نعمتیں یہ تمہیں مبارک ہوں | بارِ غم یہ تمہیں مبارک ہوں
دیکھا یہ تمہارے مقبوضات | قبض کرتے ہیں کیا تمہاری ذات
جانِ من نورِ ذات ہی کا ناتھ(۱) | فوج رکھتا نہیں ہے سورج ساتھ
جو غنی ذات ہیں ہے امیر(۲) و پیر | جلوہ گر در وجود برنا پیر
سب دہانوں سے وُہ ہی کھاتا ہے | سواد کھانے بھی بن کے آتا ہے
یہ ہموس ہیں "یہ ہو تم" یہ انفنیت(۳) | معجزہ ہے بڑا نہ اصلیت
صور و اشکال سب کرامت ہے | ہیری قدرت کی یہ علامت ہے

(۱) مالک (۲) بہادر (۳) دوئیت۔

(۳۸۶)

## سکندر کو اُبھدوت کے درشن

کیا سکندر نے بھی کمال کیا | غلغلہ شور و شر کا ڈال دیا
بر لبِ گنگ سندھ جب آیا | ڈٹ گیا فوج لے کے جھلایا
اُن دِنوں ایک سالک و مالک | سے مُلاقی ہُوا۔ رہا ہک دک
کیا عجب تھا فقیر عالمگیر | قلبِ صافی مثالِ گنگا نیر
اِس کی صورت جمالِ عریانی | گفتگو میں جلالِ عریانی
اِس سوامی نے کچھ نہ گردانا | زور و زاری و زر سے پھسلانا
شیشہ آئینہ گر(۱) کو دکھلایا | دنگ جوں آئینہ وہ ہو آیا

(۱) آئینہ گر سکندر اعظم سے مراد ہے۔

رہ گئے ششدر وہ بادشاہِ جہاں
بولا سادھو سے صورتِ حیراں
"ہند میں قدر نہ پرکھتے ہیں
ہیرے کو پتھروں میں رکھتے ہیں
چلئے گا ساتھ میرے یوناں کو
قدم رنجہ کرو مرے ہاں کو"

## ابھدوت کا جواب

(۳۸۷) نظم

کیا ہی میٹھی زبان سے بولا
رستی پہ کلام کو تولا
کوئی مجھ سے نہیں ہے خالی جا
چور پوراں ذرا نہیں ہلتا
جاؤں آؤں کہاں کدھر کو میں
ہر مکاں مجھ میں - ہر مکاں میں ہیں"
یہ جو لاہوت سے ندا آئی
کون بیچارے کو نہیں بھائی
پھر لگا سر جھکا کے یوں کہنے
اسکے سمجھا نہیں انہوں نے معنے
مشک و کافور و عطر و عنبر بو
اسپ و گلزار و نار ہیں خوشرو
سیم و زر خلعت و سماع و سرود
میوے ہر نوع کے آبشار و رود
یہ میں سب دونگا آپ کو دولت
ہر طرح ہوگی آپ کی خدمت
چلئے گا ساتھ میرے یوناں کو
چل مبارک کرو مرے ہاں کو
مستِ مولا سے تب یہ نور جھڑا
آسماں سے ستارہ ٹوٹ پڑا
جھوٹ جھوٹوں ہی کو مبارک ہو
جہل نیچے دبے جو تارک ہو
میں تو گلشن ہوں آپ خود گلریز
خود ہی کافور خود ہی عنبر ریز

سونے چاندی کی آب وتاب ہوں میں
گُل کی بُو مستی شراب ہوں میں

راگ کی میٹھی میٹھی سُر میں ہوں
دمک ہیرے کی تاب دُر میں ہوں

خوش مزا سب طعام ہیں مجھ سے
اسپ کی خوش خرام ہے مجھ سے

رقص ہے آبشار کا میرا
ناز و عشوہ ہے یار کا میرا

زرق برقی سُنہری تاج ترا
میرا محتاج ہے - محتاج مرا

چاندنی مُستعار[1] ہے مجھ سے
سونا سورج اُدھار لے مجھ سے

کوئی بھی شئے جو تیرے من بھائی
میں نے لذّت عطا ہے فرمائی

دے دیا جب پھر اُسکا لینا کیا
شاہِ شاہاں کو یہ نہیں زیبا

کرکے بخشش میں باز کیوں لونگا
پھینک کر تھوک چاٹ کیوں لونگا

پھر کرنی کو تو عید مجھ سے ہے
مانگوں اب میں رہیبار تجھ سے سے

خود خُدا ہوں سرورِ پاک ہوں میں
خود خدا ہوں غرورِ پاک ہوں میں

ایسا ویسا جواب یہ سُن کر
بھڑکی اُٹھا غضب سے اسکندر

چہرہ غُصّے سے تمتما آیا
خون رگ جوش مارتا آیا

کھینچ تلوار تان لی جھٹ پٹ
جانتا ہے مجھے تو اے نٹ کھٹ

شاہِ ذی جاہِ مُلک دارا جم
میں ہوں شاہِ سکندرِ اعظم

مجھ سے گُستاخ گفتگو کرنا
بھول بیٹھا ہے کیوں ابھی مرنا

(۱) اُدھار - مانگی ہوئی ٭

کاٹ ڈالوں گا میں تیرا تن سے
دیکھ کر حال یہ سکندر کا
کِذب[1] ایسا تو اے شہنشاہا
مجھ کو کاٹے! کہاں ہے وہ تلوار؟
ہاں گلائے مجھے! کہاں پانی؟
موت کو موت آ نہ جائے گی
بیٹھ بالو میں بچے گنگا تیر
فرض کرتے ہیں ریت میں خود گھر
خود تصوّر کو پھر مٹاتے ہیں
وہم کا گھر بنا تھا وہم مٹا
ریگ شد ھرا تھا۔ نے خراب ہوا
راست تو اس زباں سے سنتا ہے
تو جو سمجھا یہ جسم میرا ہے
سر یہ تن سے اگر اڑا دے گا
ریت کا تو نہ کچھ بُرا ہوگا
میری وسعت کو کون پاتا ہے
تاج جوتے کے درمیاں واقع

ضربِ شمشیر سے ابھی دن سے
سادھو آزاد کِھلکِھلا کے ہنسا
عمر بھر میں کبھی نہ بولا تھا
داغ دے مجھ کو! ہے کہاں وہ نار[2]
باد سُو کھا ہی لے! مرے ناقی
قصد میرا جو کر کے آئیگی
گھر بناتے ہیں شاد یا دِلگیر
یہ رہا گنبد و اِدھر ہے در
خانہ اپنا وہ آپ ڈھاتے ہیں
بالو تھا بعد میں جو پہلے تھا
فرض پیدا ہوا تھا خود بگڑا
پر پڑا آپ جال بُنتا ہے
فرض تیرا ہے۔ فرض تیرا ہے
فرض اپنے ہی کو گرا دے گا
خانہ تیرا خراب ہی ہوگا
مجھ میں ارض و سما سماتا ہے
میں نہیں ہوں نہ تو ہے جاں! واقع

(۱) جھوٹ (۲) آگ

اتنا تھوڑا نہیں حدود اربعہ
اپنی ہتک یہ کیوں کری تم نے
کیوں تنک کر دیا ہے آتم کو
خود تو مغلوب تم غضب کے ہو
غصہ میرا غلام۔ تم اس کے
گر پڑی شہ کے ہاتھ سے شمشیر
کیا عجب! یہ تو زیر آختہ تیغ
شہ کے غیظ و غضب کو جوں مادر
اور وہ شہ سکندر رومی
پاس اس وقت اپنی عزت[1] کا
لیک شہ کو تھی جسم میں آ کر
قلعہ مضبوط اس کا ایسا تھا
کر سکے کچھ نہ تیر کی بوچھاڑ
اس جگہ غیر آ نہیں سکتا
اس بلندی سے سرفرازی سے
یہ زمیں اور اسکے سب شاہاں

پگڑی جوڑا نہیں حدود اربعہ
بات مانی مری بری تم نے؟
ایک جوہڑ بنایا قلزم کو
شاہ جذبات سے بھی اڑتے ہو
بندۂ بندگاں! رہو نیچ کے
نگہ عارف سے ہو گیا وہ زیر
گر جتا تھا مثال باراں میغ
ناز طفلک کا جانتا تھا گر
بات چھوٹی سے ہو گیا زخمی
ہر دو جانب کو ایک جیسا تھا
شاہ شاہ[2] کا تھا آشنا یں گھر
اونچے سورج سے بھی پرے ہی تھا
خالی جائے بندوق کی بھرمار
یاں سے کوئی بھی جا نہیں سکتا
قلعہ مضبوط شیر غازی سے
تارہ ساں ذرہ ساں کہ نقطہ ساں

(۱) عزت (۲) فقیر

نقطہ موہوم بن ہوئے نابود
ایک واحد ہوں ہست و بانشد بود

اڑ گئے جوں سپاہِ تاریکی
تاب کسکو ہے ایک جھانکی کی

روئے عالم پہ جم گیا سکہ
شاہِ شاہاں ہوں شاہِ شاہاں شہ

اہلِ ہیئت نے بھی پڑھا ہوگا
نقطہ کیا خوب یہ ریاضی کا

جبکہ لاجنب اک ستارے کا
بحث میں ہو حساب یا لیکھا

ہمسفر ساں یہ زمین پیچاں پیچ
ہیچ گنتے ہیں ہیچ مطلق ہیچ

اب کہو ذاتِ بحت[1] کے ہوتے
کیوں نہ اجسام جان کو روتے

(۱) نرگن ۔ بے صفت ؛

## جسم سے بے تعلقی

(۳۸۸)

بادشاہ اک کہیں کو جاتا تھا
اُس طرف سے فقیر آتا تھا

بادشاہ کو گھمنڈ تاج کا تھا
مست کو ذات ہی کے راج کا تھا

مست چلتا تھا چال مستی کی
راہ نہ چھوڑا سلام تک نہ کی

بادشاہ ترش ہو کے یوں بولا
سخت مغرور، شوخ، گستاخا!

بادشاہ ہوں تجھے سزا دونگا
جسم تیرا ابھی جلا دوں گا

رتبہ مولا کبیر عالی جاہ
شاہِ شاہاں فقیر لا پرواہ

جس کا مبداء و قطب آتم تھا
محورِ گفتگو بھی آتم تھا

جسم پائنڈے سے کچھ نہ کرتا تھا
پاس دھک دھک جلے تھی اِک بھٹی

تب مخاطب ہو شاہ سے بولا
مَیں ہوں قرطاس اُس پہ تُو تصویر
نقش دعویٰ کرے تکبر ہے
جسم کے اعتبار ہی سے سہی
قتل کرنے کا قدر ہے تیرا
قتل و دھمکی کا گرم ہے بازار
جاں لینا نہیں ترے بس میں
تُو جلائے گا درد کیا ہوگا
اِس سے بڑھکر سزا تُو کیا دیگا
آگ میں ڈال دے تُو اُس تن کو
دونوں حالت میں مجھکو یکساں ہے
تُم سے بڑھکر تمہارا اپنا آپ
آگ میرا ہی اِک تجلّا ہے
مجھ میں سب جسم بُلبلے سے ہیں

آتما ہی تھا - اُور جھڑتا تھا
ٹانگ اُس میں فقیر نے دھر دی
نقشِ تصویر سیَّہ قرطاسا!
ذاتِ اصلی ہوں - فرض ہے تصویر
کبریائی مری تو اظہر ہے
مَیں ہوں آزاد اس طرح سے بھی
جھڑکنا اختیار ہے میرا
سودا میرا ہے مَیں ہوں خود مختار
تیری تنبیہ ہے مرے بس میں
دیکھ لے پیر پھیل گیا سارا
میرا اِک بال بھی نہ ہو بیٹگا
خواہ شعلوں میں ڈال اُس تن کو
کچھ نہ بگڑا نہ بگڑ سکتا ہے
مَیں ہی تُم ہوں نہ تُم ہو اپنا آپ
رُعب تیرا بھی زور میرا ہے
ایک ٹوٹے گا اور قائم ہیں"

(۱) جسم فقیر - (۲) جسم شاہ ؎

ساؔدھو جب کر رہا تھا یہ تقریر
شہ کا نزول ہو گیا وہیں نخچیر
دست بستہ کھڑا ہُوا آ گے
سائیں! عارف ہیں آپ اللہ کے
ترک دُنیا کی آخرت کی ترک
ترک مولیٰ کی۔ ترک کی بھی ترک
درجہ اول سے آپ تیاگی ہیں
بارے درشن کے ہم بھی بھاگی ہیں

## فقیر کا کلام

(۳۸۹)

قدم بوسی کو شہ جھکا ہی تھا
کلمہ بے ساختہ یہ تب نکلا
اَے شہنشاہ! تم مبارک ہو
تم ہی سب سے بڑے تو تارک ہو
اپنی سمجھے گا قدم بوسی خود
تم ہی تیاگی ہو۔ تم ہی جوگی خود
کچھ نہیں اِس فقیر نے تیاگا
ذات کے راج پاٹ میں جاگا
خاک اوپر سے جب ہٹا بیٹھا
معدنِ بے بہا کو پا بیٹھا
کوڑا کرکٹ اٹھا دیا اُس نے
محل شُنغرا بنا لیا اُس نے
جہل کو تیاگ آپ ہو بیٹھا
ذات تیری طرح نہ کھو بیٹھا
لیک تم نے سوراجیہ چھوڑا ہے
کوڑا رکھا ہے محل چھوڑا ہے
راکھ کو تم عزیز رکھتے ہو
اصل معدن کو تم نہ تکتے ہو
خاک ساری لپیٹ لی تم نے
کیا رمائی بھبھوت ہے تم نے

جُڑ گئے ہو او وِدیا سے آپ
جوگی کیسے جُڑے بلا کے آپ

تُم ہی جوگی ہو میں نہ جوگی ہوں
ذاتِ تنہا ہوں میں وِیوگی ہوں

سُن کے شاہ یہ فقیر کی تقریر
سکتہ غش کر گیا بنا تصویر

(۱) علیحدہ ۔ الگ ×

# گارگی

## (۳۹۰) نظم

جنک راجہ کی حکمرانی میں
اُن بدیہوں کی راجدھانی میں

ننگی پھرتی تھی گارگی لڑکی
نُور چِتون میں تھا جلال بھری

چہرے سے رُعب داب برسے تھا
حُسن کو ماہتاب ترسے تھا

گیان کی اصل ذات کی خُوبی
اُسکے ہر روم سے چمکتی تھی

تک سکے آنکھ بھر کے اُس رُو کو
مارے دہشت کے تاب تھی کسکو؟

پاکبازی کا وُہ مجسّم نُور
شپرہ[۱] چشم کو بھگاتا دُور

اِک دفعہ معرفت کی پتلی پر
کرتی شک تھی نگاہِ عیب نگر[۲]

دفعتہً گارگی یہ بھانپ گئی
جان قالب میں سب کی کانپ گئی

عیب بینوں کا کُفر توڑ دیا
رُوئے اجسام ہیں کو موڑ دیا

(۱) چمگادڑ یعنی جاہل یا اگیانی سے مُراد ہے۔ (۲) عیب دیکھنے والی دِرشٹی ×

گیاں سے پر وہاں یوں کھولا — (نافہ تاتار تھا کہ اگنی تھا)

ہیں وہ خنجر ہوں تیز دم ظالم — لوہا مانے ہیں مہر و مہ انجم

بانیں جاموں میں یا نیاموں میں — چھپ کے بیٹھی ہوں میں خانوں میں

دُور گر پردۂ حیا کر دوں — فتنۂ محشر ابھی بپا کر دوں

شمس کب تاب جھانک کی لائے — چکاچوندی سی آنکھ میں آئے

دیکھ مجھکو فلک کے سب اجرام — مثل شبنم اُڑیں کریں آرام

پھر ایسے یہ دُنیا اُڑ جائے — دیکھنے کی مجھے مُرا پائے

کاش دیکھو مجھے مجھے دیکھو! — ہر سر مُو سے چشم حیرت ہو

ہیں برہنہ کتھی تم نے سمجھا کیوں؟ — خاک اس سمجھ پہ یہ سمجھا کیوں؟

جسم میں ہوں یہ کیسے مان لیا — ہائے کپڑوں کو جان ٹھان لیا

کھُب گیا جسکے دل میں حسن مرا — دنگ سکتے کا ایک عالم تھا

عیاں جب ہو چکی ہو تو چادر — بولو وہ پھر کہاں رہا ناظر

ناظر و نظر آپ خود منظور — وصل کیسے؟ کہاں ہوا مہجور؟

ٹوٹے پڑتا ہے ہائے حسن مرا — پر نہ گاہک کوئی ملا اس کا

خود ہی معشوق آپ عاشق ہوں — نے غلط ہیں تو عشق صادق ہوں

تارے کب روشنی سے نیارے ہیں — تم ہمارے ہو ہم تمہارے ہیں

(۱) جُدا علیحدہ - چھوڑا گیا -

کئے عارو ! اینٹھ لے، بگڑ، تن لے
جوشِ غصہ نکال لے دِل سے
سخت کہدے کہ سُست ہی کہہ لے
طاقتِ طیش آزما تو لے

مجھے بھی اِن تری باتوں سے روک تھام نہیں
جگر میں دھام نہ کرلوں تو رام نام نہیں

(۱) دشمن

## گارگی سے دو دو باتیں

(۲۷۱) نظم

رام بھی ایک بات جڑتا ہے
خنجرِ تیز دم سے لڑتا ہے
حُسن کی بھر - غیرت خوبی !
اِک نظر ہو ذری اِدھر تو بھی
مانا دیدوں میں ہے تیرے لالی
جوت آنکھوں میں ہے کپِل[1] والی
تبسم کرتی ہے تو ہزاروں کو
کون روکے بھلا انگاروں کو
لیک میں ایک ہوں ہزار[2] نہیں
رام پر تیرا اعتبار نہیں
جھانک آئینے میں دِل کے دیکھ لے
تو ذرا گردن جھکا کر پیکھ[3] لے
قلب کس سے ترا منوّر ہے
جلوہ گر کون اُسکے اندر ہے
چھپ چھپ ہو کے کُٹِل کر بھر کُٹی
ترچھے چِتون نظر کئے ٹیڑھی
کیوں غضب تیر پاس رکھتا ہے
رام بھر کُٹی میں باس رکھتا ہے
چھوڑ دو گھور کر دکھائی آنکھ
رام بیٹھا ہے تیرے داہنی آنکھ

(۱) کپِل رِشی سے مُراد ہے (۲) کثرت - (۳) وچار سے - دیکھ لے +

تلخ[1] کامی سے کسکو دی دشنام[2] — شاہِ رگ اور کنٹھ ہیں ہے رام

چل کرو گر دماغ میں تکرار — رام بیٹھا ہے تیرے دسویں دوار

ہر طرح رام سے گریز نہیں — جُدا آہن سے تیغ تیز نہیں

اے محیطِ کنار ناپیدا — حُسن و خوبی۔ تیری فدا شیدا

بحرِ مواج ہے تلاطم میں — حُسن طوفاں ہے تیرا عالم میں

میں برہنہ نہیں یہ کیوں بولا — سامنے میرے کُفر کیوں تولا ؟

پہنکر آج موج کی چادر — نخرے نخرے ہمیں سے یہ نادر ؟

میں برہنہ نہیں یہ کیا معنی ! — برقع اوڑھا حباب لایعنی

تنکا بھر۔ کشتی بھر۔ جہاز سہی — کوہ بھر۔ بحر بھر۔ یہ ناز سہی

ہائے تم نے تو کیا ستم ڈھایا — جملہ عالم دروغ وہ آیا

نون آنکھوں میں کر دیا تم نے — جھوٹ سچ کر دکھا دیا تم نے

سنتر پردے سبھی اٹھا دونگا — جھوٹ بولنے کی میں سزا دونگا

نام روپوں کی بو اڑا دونگا — ہو بہو ہو بہو دکھا دونگا

ہائے ! اظہار آج لوں کس سے — رو برو ہو کھڑا بنے کس سے

آپ ہی گار گی ہوں آپ ہوں رام — کچھ نہیں کام رات دن آرام

(۱) غصّہ کی حالت - (۲) گالی

# چاند کی کرتوت

## (۳۹۲) نظم

عجب گھومتے گھومتے رام کو
جولاہے کی تھی پاس اک جھونپڑی
ہُوا چُپکے سے سرسرانے لگی
میں کیا دیکھتا ہوں کہ لڑکی وہیں
کھلا مُنہ ہے بھولے سے مُسکا رہی
اُتر آنکھ سے دل میں داخل ہُوا
کہو تو ارے چاند کیا بات ہے؟
پڑا عکس ہے تیرا تالاب پر
دیا عالموں کو نہ جس راز کو
ریاضی کا ماہر نہ جو پا سکا
جولاہے کے گھر میں دیا سب بتا
وہ ننھے سے دل میں یہ آرام کیا؟

ملا ایک تالاب سرِ شام کو
تھی لڑکی وہاں کھیلتی اک پڑی
اُدھر چاندنی دمدمانے لگی
ہے مُبت بن رہی اور ہلتی نہیں
ہے آنکھوں سے کیا چاند کو کھا رہی
دلِ صاف میں چاند سب گھل گیا
یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ کیا گھات ہے؟
یہ لڑکی کے دل میں کیا تُو نے گھر
دکھایا نہ جو دُوربیں باز کو
نہ ہیئت سے جو بھید کچھ آ سکا
ارے چاند! کیوں جی! ہُوا تجھکو کیا؟
غریبوں کے گھر میں تیرا کام کیا؟

**نوٹ** مارے خوشی کے قافیہ و ردیف داوزان وغیرہ کو رندانِ آزاد لاپروا سے سابقہ پڑ جائے تو پابندیٔ قانونِ کہن اور قیودِ سخن کا نجات پانا دِقّت ہوتا)

لازم آتا ہے۔ نظم کی زمین پر آنکھیں سیئے عمریں بیت گیئں۔ نظم سے آسمان پر نظر اٹھاؤ۔

## آرسی

نظم (۳۹۴)

دُلہن کو جاں سے بڑھ کر بھاتی ہے آرسی
مکھ صاف چاند کا سا دکھاتی ہے آرسی

ہستی علم غرور کا مظہر تو خوب ہے
ہاں اس سے آب رُو کو سجاتی ہے آرسی

ہم کو بڑی بلا سے یہ لگتی ہے اس لیئے
واحد کو قید دُوئی میں لاتی ہے آرسی

ازبس غنی ہے حسن میں وہ اپنے ماہرو
غیرت ہے اُس کے سامنے آتی ہے آرسی

خُوبی ہے رُوئے خوب میں شیشے میں کچھ نہیں
ہاتھوں میں رُو نمائی کو جاتی ہے آرسی

ظاہر میں بھولی بھالی سی حیراں شکل والے
کیا جھوٹ کو یہ راست بتاتی ہے آرسی

گھٹوں میں ٹکڑہ آئینہ کا ہے حقیر تر
رُتبہ وَلے صفائی میں پانی ہے آرسی
دیکھوں میں یا نہ دیکھوں ہُوں آفتاب رُو
تاہم ہمارے دل کو لُبھاتی ہے آرسی
گنگا سمیر وابر سہی مہر و ماہ سہی
ٹکڑے کا اپنے درس کراتی ہے آرسی
ہے شوقِ دید چہرۂ تاباں کا رام کو
یکسُو دلی ہر آن بناتی ہے آرسی

## صدائے آسمانی

(۳۹۴)

ہائے چیچک نے دائے چیچک نے
کردیا آتا قریب المرگ
چہرہ روشن تھا صاف شیشہ سا
مہر طلعت پہ داغ آن پڑے
ایک رس صاف رُوئے زیبا تھا
ہوگیا پُرشش مال ماتا کا

اِس اِدوبا کے ہائے چیچک سے
قیدِ کثرت میں ہوگیا سفسرگ
ہوگیا داغ داغ یہ کیسا!
تارے سُورج پہ کیسے آن پڑے!
داغِ کثرت کا لگ گیا دھبّا
یعنے باہمن یہ سیتلا کا ہُوا

مرض ایسا بڑھا یہ متعدّی ہند سارے کی خبر اس نے لی
وہ دوا جس سے مرض جائے گا گئو ماتا کے تھن سے آئے گا
پُر ضروری ہے ویکسی نیشن[1] ورنہ مرتی ہے یہ ابھی نیشن[2]
چھوڑ دو تم ذری تعصّب کو ٹیکا لگوائے گا اب سب کو
گائے کے تھن سے الف[3] کی نشتر لا رہی ہے علاج لیجئے کر

شہر ہر اِک میں ہر گلی گھر گھر ٹیکا ادویت کا لگا دینا
بچّے لڑکے بڑے ہوں یا چھوٹے یہ ہدایت بھرا دوا دینا
گر نہ مانیں تو پکڑ کر بازو ٹیکا یہ تین[4] جا لگا دینا
درد بھی ہوگا پیڑ بھی ہوگی ڈر کا نوٹس نہ تم ذرا لینا
شُدّھ تو ہے نِربجنوسی توم″ لوری روتے سمے یہ گا دینا
پھر جو چیچک کے زخم بھر آئیں سِیتلا بھی خدا منا دینا
غیر بینی و غیر دانی کو مار کر پھونک اِک اُڑا دینا

(۱) ماتا کا ٹیکا لگانا (۲) قوم (۳) یہاں رسالۂ الف سے مراد ہے جس کو سوامی جی نے اُن دنوں جاری کیا ہُوا تھا اور جس کے سرورق پر الف کا نشان بمانند نشتر دیا ہُوا تھا۔ (۴) یہاں مُراد تین اجسام یعنی شریر سے ہے۔ جو کارن۔ سُوکشم اور ستھول کہلاتے ہیں ۔

اُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم | اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

پیارے ہندوستاں پھلو پھولو | پودے پودے کو برہم وِدیا دو
یہ ہے وُہ آبِ گنگ مُردم خیز | بُوٹے بُوٹے کو کر جو دے زرریز
بن ہے یا باغ خوب صُورت ہے | سب کو اِس آب کی ضرُورت ہی
روشنی یہ سدا مبارک ہے | جان سب کی ہے یہ مُبارک ہے
سبزہ ہو گُل۔گیاہ۔گندم ہو | روشنی بن تُو ناک ہیں دم ہو

سفلہ پن داس پن کمینہ پن | چھوڑ دے ہند اور جاپان جن
کاشی مکہ جروسلم پیرس | رُوس افریقہ امریکہ فارس
بحر و بر طُولِ بلد و عرضِ بلد | اور مریخ سُرخ و ماہِ زرد
قُطب تارا فلک کے کل انجم | کالے اجرام جو نہ جائیں ہم[1]
یہ جگہ وہ جگہ کہیں ہر جا | وہ جو تھا اور ہے کبھی ہوگا
مُجھ میں سب کچھ ہے سب مجھی میں ہے | میں ہی سب کچھ ہُوں غیرِ من لاشئے

اے شکھرِ[2] سیمتن ہمالہ کی | برہم وِدیا کی تُو ہی ماتا تھی

(۱) مراد بُدھی ہے۔ (۲) چوٹی۔

گود تیری ہری رہے ہردم
مان سُونوں کو یہ بتا دینا
برشا جب دیش میں کرینگے جا
چاکھ بھی لے جو نلج میووں کو
خود بخود اُس سے یہ کہا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

رگرجا پہلُو میں کھیلتی ہردم
اِندر اور برُن کو سُجھا دینا
نلج میں یہ اثر کھپا دینا
نشہ وحدت میں مست فوراً ہو
شک شُبہ ایک دم مٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

اے صبا جا گُلوں کی محفل میں
چونک اُٹھیں جو تیری آہٹ سے
چُپکے سے راز یہ سُنا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

شہر مُردوں کے دل میں بادل ہیں
کان میں اُنکے سرسراہٹ سے
شک شبہہ ایک دم مٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم
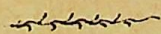
بجلی! جاکر جہان پر کوندو
دمک کر پھر یہ تم دکھا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
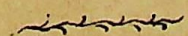
تیرہ خانوں[1] کو جگمگا تم دو
شک شبہ ایک دم مٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

دوَیت کے کپٹ پاٹ کے بھرم کے
کڑک کر رعد! دو جُھڑا پہ جھٹکے

(۱) اندھیرے گھر دل ۔

گرج کر پھر یہ تم سُنا دینا
گوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
شک شُبہ ایک دم ہٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم
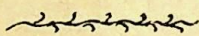
جاؤ جگ جگ جیوگی گنگا جی
اُس کے ہر روم میں دھسا دینا
گوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
لے اگر گھونٹ کوئی جل کا پی
شک شُبہ ایک دم ہٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم
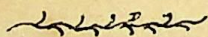
گاؤ ویدوں اپنا مہری گاؤ
اہلِ ٹٹ ہٹ ہو کوئی پنڈت ہو
کھینچ کر کان یہ پڑھا دینا
گوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
جاؤ جیتے رہو سدا جاؤ!
بھگتی تمُہی سدا اکھنڈت ہو
شک شُبہ ایک دم مٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم
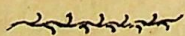
اہلِ اخبار اپنے پیپرز پر
اہلِ تعلیم مدرّسوں میں تم
ناظرین! ہندؤں کے جلسوں پر
چوک مندر میں ریل میں جاکر
گوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
گوک کیلاش کی چھپا دینا
بچّوں بچّوں کو یہ ہلا دینا
گوک سے سب کے سب جگا دینا
اونچے پنچم کے سُر سے گا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

رشتہ ناطہ قریبی سمدھی سب
شادی جویاں ہوں ہیچ دنیا ہیں
چوٹ نقارے پر لگا دینا
گوک کیلاش سے اٹھا ہے اوم

شادی جلسے پہ ہوں اکھٹے جب
بھول بیٹھے ہوں یہ کہ ہوں کیا ہیں
شک شبہ ایک دم مٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

(۲)

جانِ من وقتِ نزع والد کو
تتو مسی پھونک کان ہیں دینا
بیٹھ پہلو ہیں با ادب یہ گوک
حل آنسو ہیں کر کے پھر اسکو
گوک کیلاش سے اٹھا ہے اوم

پاٹھ گیتا کا یہ سنا دینا
تو خدائی کا دم لگا دینا
آہ ہیں خوب بس لپسا لیتا
سینہ پر باپ کے گرا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

(۳)

موت پر یہ سبق سنا دینا
لا دھڑک سنکھ یہ بجا دینا
گوک کیلاش سے اٹھا ہے اوم

ماتمی مردہ دل جلا دینا
شک شبہ ایک دم مٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

(۴)

مرنے لڑنے کو فوج جاتی ہو
مثل ارجن کے دل بڑھا دینا

سامنے موت نظر آتی ہو
مارو باجے ہیں گیت گا دینا

کوک کیلاش سے اٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

گھڑکی تم کو جو دے کبھی ناصح
تم نے ہرگز بھی چھوڑنا مت رحم
دھمکی گالی گلوچ اور آن بن
پیارے! خود تو ہے تو ہی ہے دشمن
رمز آنکھوں سے یہ بتا دینا
ہاتھ میں ہاتھ پھر ملا دینا
کوک کیلاش سے اٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

گر عدالت میں تم کو لیجائیں
عیسیٰ سقراط تم کو ٹھہرائیں
تم تو خود منبع مجسّم ہو
دعوےٰ عرضی قصور کیسے ہو؟
چیف جسٹس کا دل ہلا دینا
ہاں گلا پھاڑ کر یہ گا دینا
کوک کیلاش سے اٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

نیز مقتل میں خوش کھڑے ہو کر
حاضرین کے دلوں میں گھر کر کر
انگلیاں اٹھ رہی ہوں چاروں طرف
ہر کوئی رکھ رہا ہو تم پر حرف
قاتلوں کا بھرم مٹا دینا
غیر فانی ہوں میں دکھا دینا
کاٹنا جلنے کو سر جھکا دینا
نعرہ سے گونج اک اٹھا دینا
شک شبہ ایک دم مٹا دینا
کوک کیلاش سے اٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

# مایا

## اور اُسکی حقیقت (شام)

(۳۹۵)

گنگا کی ٹھنڈی چھاتی سے آتی ہے خوش ہوا
ہے بھینے بھینے باغ کا سانس اس میں رل رہا
گنگا کے روم روم میں رچنے لگا وہ بحر
آیا جوار زور کا لہروں پہ لے کے لہر
دیکھو تو کیسے شوق سے آتے جہاز ہیں
مارے خوشی کے سیٹی بجاتے جہاز ہیں
شادی زمیں کی اُیلو! فلک سے ہُوئی ہُوئی
وہ سائباں قنات ہے جب ہی تنی ہُوئی
دُولھا کے سر پہ تاروں کا سہرا کھِلا کھِلا
دُلہن کے برقِ دِل نے چراغاں کھِلا دیا

## (۳۹۶) مقام۔ ڈائڈن گارڈن۔ کلکتہ

ہے کیا سہانا باغ ہیں میدان دل کشا
اور حاشیہ ہے بنچوں کا سبزہ پہ واہ وا
مجمع ہجوم لوگوں کا بھر کر لگا ہے یہ
میدان آدمی سے لبالب بھرا ہے یہ
بنچوں پہ بعض بیٹھے ہیں اکثر ہیں خوش کھڑے
بانکے جوان باغ میں ہیں ٹہلتے پڑے
میداں کے پار سڑک پہ ہے بگھیوں کی بھیڑ
گھوڑوں کی سرکشی ہے لگا مونکی دے پنیڑ
شوقین کلکتہ کے ہیں موجود سب یہاں
ہر رنگ ڈھنگ وضع کے ملتے ہیں سب یہاں

## (۳۹۷) کام

ہم سب کو دیکھتے ہیں پر یہ دیکھئے کہاں
آنکھیں تنی ہوئی ہیں کیا پیر کیا جواں
مرکز ہے سب نگاہوں کا اُجلا چبوترہ
خوش بینڈ باجہ جس میں ہے گوروں کا بج رہا
گانے چھلا چھلا کے ہیں وہ گائیں گوریاں
کیا روشنی ہیں سُرخ دمکتی ہیں کرتیاں

اَے لوگوں تمکو کیا ہے جو ہِلتے ذرا نہیں
کیا تم نے لال کرتی کو دیکھا کبھی نہیں

## (۳۹۸) پردہ

اسرار اس میں کیا ہے کرو غور تو سہی
اِس ٹکٹکی میں کیا ہے کرو غور تو سہی
گوروں کی کُرتیوں کو ہیں گو ٹک رہے ضرور
لیکن نظر سے کُرتیاں گورے تو سب ہیں دُور
لہرا رہا ہے پردہ سا سب کی نِگاہ پر
اِس پردہ سے پردئی ہے ہر ایک کی نظر
یہ پردہ تن رہا ہے عجب ٹھاٹھ باٹھ کا
جِس میں زمیں ۔ زمان و مکاں ہے سما رہا
پردہ بِلا ہے چھید۔ کہ سیون کہیں نہیں
لیکن مٹائی پوچھو تو اصلا نہیں نہیں
پردہ سِتم ہے سِحر کے نقش و نگار ہیں
ہر آنکھ کے لئے یاں علحدہ ہی کار ہیں
سب سامعیں کے سامنے پردہ ہے یہ پڑا
ہر ایک کی نگاہ میں نقشہ بنا دیا

پردوں سے راگ کے ہے یہ پردہ عجب پڑا
گندھرپ شہر کا ہے کہ معراج کا مزا
جادو ہے پیا[1] تو ٹرزم ہے پردہ شراب ہے
کیا ہیچ ہے رنگ ڈھنگ یہ سب نقشِ آب ہے
رہئے تو یار پردے میں۔ دیکھیں تو کیفیت
آنکھیں سلی ہیں پردہ سے کیوں؟ کیا ہے ماہیت
دیدوں میں اور رنگوں میں کیا ہے مناسبت

(۱) ایک باجہ کا نام ہے

## (۳۹۹) بیاہ

وُہ نو جواں کے رُو برو نوری لباس ہیں
دُلہن کھلی ہے پھول سی پھولوں کی باس ہیں
شادی کے راگ رنگ ہیں باجہ بدل گیا
آلیو! برات بیٹھی ہے جلسہ بدل گیا
دُلہن کا رنگ ہو بہو گویا گلاب ہے
اور چشمِ نیم مست سے جھڑتا شراب ہے
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہی ایسا ہو تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

## (۴۰۰) یونیورسٹی کانووکیشن

عینک لگائے لڑکے کو وہ اُس ہی پردہ پر
ہرکارہ دوڑتا ہُوا کیا لایا ہے خبر
لیتے ہی "تار" ہاتھ میں لڑکا اُچھل پڑا
"مَیں پاس ہو گیا ہُوں۔ لو مَیں پاس ہو گیا"
بی اے کے امتحان میں بڑھ کر رہا ہُوں مَیں
اِنگلش میں اور حساب میں اوّل رہا ہُوں مَیں"
ہے چانسلر سے جلسہ میں انعام پا رہا
اور فیلو صاحباں سے ہے اکرام پا رہا
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہی ایسا ہو تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

## (۴۰۱) بچہ پیدا ہُوا

وہ دیکھنا کسی کے لئے اِس ہی پردہ پر
پُوری ہُوئی ہے آرزو پیدا ہُوا پِسر
منگل ہے شادیانہ ہے خُوشیاں منا رہا
دروازے پر ہے بھاٹ کھڑا گیت گا رہا

ننّھا ہے گول مول کہ اِک کنول پھول ہے
نازک ہے لال لال اچنبھا اُمول ہے
اب تو بہو کی چاندی ہے گھر گھر ہیں بن گئی
ساس بھی جو رُوٹھی تھی تو آج من گئی
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہی ایسا ہو تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

## (۴۰۲) نیشنل کانگرس

وہ دیکھنا! کسی کے لیئے اِس ہی پردہ پہ
منڈپ ہے کانگرس کا۔ غضب دھوم کرّ و فر
لیکچر وہ دے رہا ہے دُھواں دھار سحر کار
جو چیر شک و شبہ کو ہے جاتا جگر کے پار
ہک و دک سکوت میں ہیں پڑے حاضریں تمام
ہر دیدہ شعلہ بار ہے ابجلی ہے خاص و عام
وہ تالیوں کی گونج میں یک دِل ہوئے تمام
وہ موتیوں سے آنکھ کا چھلکے پڑا ہے جام
گو آن! آن! ابکتے ہیں سب اہلِ زندگی

ہڈی سے خوں سے لکھیں گے "تاریخ ہند کی

کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہی ایسا ہو تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

اِس پردہ پہ ہے ٹھیکہ ہیں اِک لاکھ کی بچت
اِس پردہ پہ ہے سیٹھ کو دو لاکھ کی بچت
اِس پردہ پہ ہے سِنگھ جواں خُوب لڑ رہا
تنہا ہے ایک فوج سے کیا ڈٹ کے اڑ رہا
اِس پردہ پر جہاز ہیں آتے خوشی خوشی
مقصد مُرادِ دل کی ہیں لاتے خوشی خوشی
اِس پردے پر ترّقی ہے رُتبہ بڑھا بڑھا
یکدم ہے میرے یار کا درجہ چڑھا چڑھا
اِس پردے پر ہیں سیر و تماشے جہان کے
اِس پردے پر ہیں نقشے بہشت و جِنان کے
بچھڑے ہُوئے ملے ہیں ۔ مُردے بھی اُٹھ کھڑے ہیں

کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہوں دلخواہ تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

## (۴۰۳) سلطنت حقیقی ابدھوت

واہ! کیا ہی پیارا نقشہ ہے! آنکھوں کا پھل مِلا!
اُس سوہنے نوجوان کا جینا سپھل ہُوا
محل اُس کا جس کی چھت پہ ہیں ہیرے جڑے ہوئے
قوسِ قزح و ابر کے پردے تنے ہوئے
مسند بلند تخت ہے پربت ہرا بھرا
اور شجرِ دیودار کا ہے چنور جھولتا
نغمے سُریلے اوم کے ہیں اُس سے آ رہے
ندیاں پرندے باد ہیں وہ! سُر مِلا رہے
بیہوش و حِس ہے گرچہ پڑا کھال کی طرح
دُنیا ہے اُس کے پیر کو فٹ بال کی طرح
کیسی یہ سلطنت ہے عدو کا نشاں نہیں!
جس جا نہ راج میرا ہو ایسا مکاں نہیں
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہوں دلخواہ تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

## (۴۰۴) مایا سروپ

مایا کا پردا پھیلا ہے کیا رنگ رنگ میں
اور کیا ہی پھڑ پھڑاتا ہے ہر آب و رنگ میں

اِس پردہ پر ہیں جھیل۔ جزیرے۔ خلیج و بحر
اس پردے پر ہیں کوہ و بیابان دیار و شہر
سب پیر سب جوان اِسی پردے پر تو ہیں
باشندے اور مکان اسی پردے پر تو ہیں
پیغمبر اور کتاب اِسی پردہ پر تو ہیں
سب خاک و آسمان اِسی پردہ پر ہیں
پیل۔ اسپ اور غلام اسی پردے پر تو ہیں
شاہوں کے شاہنشاہ اسی پردہ پر تو ہیں
کیا جھلملاتا پردہ ہے یہ عنکبوت کا
دے ہے خیال (اُگلا ہوا) کام سوت کا

## (۳۰۵) نقوش و نگار اور پردہ ایک ہیں

یہ دو نہیں ہیں۔ ایک ہیں پردہ کہو کہ نقش
نقش و نگار پردہ ہیں۔ پردہ ہی تو ہے نقش
یہ استعارہ تھا کہ وہ "مایا کے روپ" ہیں
"مایا کہو" کہ یوں کہو یہ "نام روپ" ہیں
"اِسم و شکل" ہی "مایا" ہیں "مایا" ہے اسم و شکل

ہم معنی "مایا" کے ہیں یہ سب رنگ روپ شکل

**نوٹ**:۔ انگلینڈ ہر باشندے سے اُمید رکھتی ہے کہ وہ اپنا فرض (ڈیوٹی) پورا پورا ادا کرے۔ اس قسم کے فقرات، ظاہراً انگلینڈ کو باشندگان سے جدا جتلاتے ہیں۔لیکن فی الواقعہ انگلینڈ کوئی علیحدہ ہستی نہیں ہے جو کہ باشندگانِ انگلستان پر حکمرانی کر رہی ہو۔ باشندگانِ انگلینڈ ہی بہ ہیئت مجموعی انگلینڈ سے نامزد ہیں۔ نقطوں کا مجموعہ ہی بہ ہیئت کُلی خط کہلاتا ہے۔ خطوں ہی کا حاصل بہ ہیئت مجموعی سطح نام پاتا ہے۔ سطحوں کا تہ بر تہ ہجوم ہی جسم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سامعین کے تصوّرات کا ہجوم ہی یہاں پردہ کہا گیا ہے۔ اور انسانوں کے اوہام جزوی (اودّیا) ہی ملکر بہ ہیئت کُلی (سمشٹھی) مایا کہلاتے ہیں۔ مایا آپکے اوہام و خیاں سے علیحدہ کوئی طاقت نہیں ×

یہ تصورات کا پردہ سامعین و بینڈ باجہ کے بیچ میں حائل ہو رہا ہے۔ نیز سامعین اور بینڈ باجہ کی بدولت قائم ہے۔ جو لوگ علمِ موسیقی میں ماہر ہیں۔ اور اِس پردے کے پار دیکھتے ہیں۔ وہ راگ کے اُکسائے ہوئے خیال میں غلطاں نہیں رہتے۔ بلکہ خود راگ کو سمجھتے اور اُس کا حظ اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح عام لوگ تو مایا (یعنی رنگ روپ نام شکل) میں اُلجھے رہتے ہیں۔ لیکن گیان وان (اہلِ حقیقت) اسماء و اشکال کے گورکھ دھندے کو کاٹ وہم و فرض کے پار سُرورِ مطلق ذاتِ باری کا دیدار کرتا ہے ×

## (۴۰۶) فلسفہ

پردہ کھڑا ہے مایہ کا یہ کس مقام پر؟
ہے یہ سرُو[1] پر کہ حواسِ عوام پر؟
ہے بھی کہیں کہ مبنی[2] ہے یہ وہم خام پر
کیا سچ ہے استادہ[3] ہے یہ میرے رام پر؟

(۱) عیب کے اُوپر (۲) سہارا لئے ہُوئے (۳) کھڑا۔یعنی سہارا لئے ہُوئے ہے ٭

## (۴۰۷) محلِ پردہ (درشٹانت)
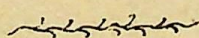
ہے اِس طرف تو شور سرود و سماع کا
اور اُس طرف ہے شور شُنیدن کی چاہ کا
اِن دونوں طاقتوں کا وہ ٹکرانا دیکھئے
پُر زور و شور لہروں کا چکرانا دیکھئے!
لہریں ملیں ہٹیں۔ ایلو پیدا ہُوئے حباب
یہ بُلبُلے ہی بُرقع ہیں پردہ بہ رُوئے آب
موجوں ہی کا مقابلہ پردہ کا ہے محل
موجیں ہیں آب کہتے نہیں کیوں محل ہے جل؟
ہاں یہ تو راست ہے کہ سرود اور سامعیں

دونوں ملے ملے ہیں وُہ جل رُوپ رام میں
اور رام ہی میں پردہ ہے نقش و نگار میں
یہ سب اُسی کی لہروں کے موجوں کے کار ہیں

## (۴۰۸) احساسِ عام (درشٹانت)

محسُوس کرنے والی ادھر سے آئی لہر
محسُوس ہونے والی اُدھر سے آئی لہر
دونوں کے عقدِ شادی سے پیدا ہوئے حُباب
یعنی نمُود "شے" ہوئی پانی[1] میں جھٹ شتاب
لہریں بھی اور بُلبلے سب ایک آب ہیں
اِن سب میں رام[2] آپ ہی رمتے جناب ہیں
مایا تمام اِس کی ہے ہر فعل و قول میں
مفعُول۔ فعل و فاعل ہر ڈیل و ڈول میں
آبشاروں اور فواروں کی پھاروں کی بہار
چشمہ ساروں سبزہ زاروں گلعزاروں کی بہار
بحر و دریا کے جھکولے اور صبا کا خوش خرام

(۱) بحرِ حقیقت۔ (۲) جل رُوپ ۱۲

مجھ میں متصور ہیں یہ سب۔ "اوم" میں جیسے کلام
پسر کر لیتا ہوں جگ میں صبح میں اور شام میں
چاندنی ہیں، روشنی ہیں۔ کرشن ہیں اور رام ہیں

## (۴۰۹) رام مُبّرا

یہ تو سب راست ہے ولے از روئے ذات بھی
دیکھو تو پیدا نقش وغیرہ نہ تھے کبھی
ہے موج ہی میں ردّ و بدل جس کے باوجود
قائم ہے جُوں کا تُوں سدا ایک آب کا وجود
از اعتبارِ ذات یہ کہنا پڑا ہے آب
پیدا ہی کب ہوئے تھے یہ امواج اور حباب
از رُوئے رام پُوچھو تو پھر وہ نگار و نقش
مایا وغیرہ کا کہیں نام و نشان و نقش
حرکت۔ سکون اور تغیّر کا کام کیا؟
نطق و زُباں کو دخل صفاتوں کا نام کیا
اقبال کہاں۔ ادبار کہاں۔ یاں بیشی کمی کو بار کہاں؟
یاں پُن کہاں اور پاپ کہاں اور مجھ میں جیت اور ہار کہاں

اقرار کہاں انکار کہاں۔ تکرار کہاں اصرار کہاں
محسوس حواس احسان کہاں۔ خاک و آب و باد و نار کہاں
سب مرکز مرکز ہے۔ انتظار کہاں پرکار کہاں

## (۱۰۳) نتیجہ
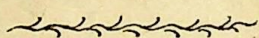
غلطاں ہے محیط بے پایاں یاں وار کہاں اور پار کہاں
گنگا ہے کہاں اور باغ کہاں صلح کہاں پیکار کہاں؟
یاں نام کہاں اور روپ کہاں۔ اخفا کہاں اظہار کہاں
نہیں ایک جہاں دو چار کہاں۔ اور مجھ میں سوچ بچار کہاں؟
ماں باپ کہاں استاد کہاں؟ گورو چیلے کا یاں کار کہاں؟
احسان کہاں آزار کہاں؟ یاں خادم اور سردار کہاں؟
نہ زماں نہ مکاں کا کبھی تھا نشاں۔ علت معلول اذکار کہاں؟
نہیں زیر و زبر پیس و پیش کہاں؟ تقطیع اور شعر اشعار کہاں؟
اک نور ہی نور ہوں شعلہ فشاں
گلزار کہاں اور خار کہاں؟
لیکچر تقریر اپدیش کہاں۔ تحریر کہاں پرچار کہاں؟
تپ دان اور گیان اور دھیان کہاں؟ دل ہے بس سینہ فگار کہاں؟

نہیں شیخی شوخی عار کہاں۔ سر ٹوپی یا دستار کہاں ؟
نہیں بولی طعنہ دھمکی یاں۔ سوفار کہاں اور دار کہاں ؟
اِک مَیں ہی مَیں ہی مَیں ہی ہُوں
شئے غیر کا دار و مدار کہاں
آلایشِ قید و نجات کہاں ؟ اوہام رسن اور مار کہاں
گھر بار کہاں کہسار کہاں میدان کہاں اور غار کہاں ؟
مہ انجم فرش اور عرش کہاں ؟ یاں خواب کہاں بیدار کہاں
جب غیر نہیں ڈر خوف کہاں اُمید سے حالتِ زار کہاں ؟
مَیں اِک طوفانِ وحدت ہُوں۔ کہو! مجھ میں استفسار کہاں ؟
اِک مَیں ہی مَیں ہی مَیں ہی ہُوں
ہاں بندے اور سرکار کہاں ؟

## دُنیا کی حقیقت (۱۱۴)
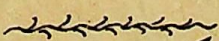
(۱) بیشک آتی نظر ہے دُنیا پر
ہاں جگت ہے ثبوت دیجے گا
کیا ہیں ؟ یہ کس طرح ہُوئے موجود
ماہ و ماہی و شاہ زریں تاج
اِک نگہ پر ہے سب کی ہستی وجود
اِندریوں پر یقین نہ کیجے گا
ہے کہاں آپ ہی نہ دیکھیں گر
اپنی ہستی کو ہیں ترے محتاج

برق موجود ہے سبھی شئے میں | گو حواسوں کے ہو نہ حلقے میں
وقتِ اظہار برق شوخی باز | خود ہی مثبت ہے خود ہی منفی ناز
تیری مایا ہے برق وش چنچل | یاروں آگے کہاں چلے چھل بل
تُوں اِدھر دیکھتا ہے آنکھ اُٹھا | تُوں اُدھر بن گیا کہ و صحرا
(۲) خواب میں ہے خیال کی وہ شان | جُزوی کُلی ہے "ایک میں" یہ جہان
"میں" ہوں اِک مردِ شانِ جُزوی ہی | مجملہ عالم" یہ شانِ کُلی ہے
خواب پُختہ شُدہ ہے بیداری | جاگ، ساری تری ہے گلکاری
تُو ہی شاہد بنا ہے تُو مشہود | شان تیری ہے آسمانِ کبود
خواب تیرا خیال تیرا ہے | جو زمین و زماں نے گھیرا ہے
جلوہ تیرا یہ انبساطی ہے | بیچ مایا ہی پھیل جاتی ہے
کیا یہ دُنیا خیال مات ہے | کیا یہ سچ مچ خیالِ خاطر ہے
گر تجھے اِس میں شک نظر آوے | کُچھ بھی بن خیال کے دکھا تو دے

من بِرتی (خیال) کے پُھرنے بغیر کوئی بھی شئے محسوس نہیں ہو سکتی

ہاں یہ خواب و خیالِ مایا ہے | "ایک" کثرت میں آسمایا ہے
مرنا جینا یہ آنا جانا سب | ٹھیرنا چلنا پھرنا گانا سب
سب یہ کرتوت جان مایا کی | مہرِ تاباں کی ایک چھایا کی

(۱) وشیشٹی (۲) سمشٹی (۳) نیلا آسمان (۴) اگیان مایا کی کشیپ شکتی کا پھیلاؤ (۵) من کا خیال (۶) شرح

پُر ضیا[1] آفتاب روشن رائے
ساکھشی[2] سُورج کہیں نہ ہلتا ہے
چھوٹی بُوندوں پہ نُور سُورج کا
شیش منار میں شمع جو رکھا
فتنہ گر آئینہ ہیں چشم نگار
یہ اودیا میں جو پڑا آبھاس[3]
یُوں جو سنسرگ سے ہُوا ادھیاس[5]
مایا آئینہ کیسی غور سنار ہے
کچھ نہیں کام رات دِن آرام
کیوں جی جب آپ ہی کی مایا ہے
ایچ دُنیا کے واسطے پھر کیوں
کھٹکا کیسا جھجک خطر کیا ہے؟
بادشاہ کا بُرا جو چاہتا ہے
دیکھئے گا حقیقی شاہنشاہ
تیری نس میں رگوں میں ناڑوں میں

گنگ لہروں پہ ناچتا ہے آئے
آب بہتا ہے یُوں وہ پھرتا ہے
کیا دھنش بن گیا ہے اچرج سا
کیا سما ہو گیا چراغاں کا
جھوٹ ہے گو ہے یار سے دو چار
برہم کہلایا اِس سے جیو اور داس[4]
تانی یکتا کا لا بٹھایا پاس
مظہر رام سچد آنند ہے
کام کرتا ہے پھر بھی سب میں رام
دِل پہ اندوہ[6] کیوں یہ چھایا ہے
بھائی بھائی سے تیرہ خاطر[7] ہوں
بیم و اُمید کیسی ڈر کیا ہے؟
سخت جُرمِ کبیرہ کرتا ہے
راج جس کا ہے کاہ سے تا ماہ
اہل[8] سوداگری ہیں راہوں میں

(۱) روشنی سے معمور (۲) شاہد (۳) عکس (۴) بندہ۔ غلام (۵) اظہار بالنسبت (۶) غم و افسوس (۷) رنجیدہ دل۔ ترش رُو (۸) مراد خون۔ دم۔ وغیرہ ✤

جس کا عہدِ حکومتِ برکت
چین دے سر ہیں عقل کو حرکت

ایسا سلطانِ عظیم عالی جاہ
تیرا ہی آتما ہے جائے پناہ

ایسے سلطاں سے جو ہُوا غافل
ہائے خود کُش ہے شاہ کُش قاتل

کیوں جی کچھ شرم و عار بھی ہے تمہیں
کیوں یہ کنگلوں سے دانت نِکلے ہیں

رنگینا کیوں؟ کمر یہ ٹوٹی کیوں؟
وائے قسمت تمہاری پھوٹی کیوں؟

دِسنی کے گلے چھُری کیوں ہے؟
حق ہی جیتے گاست کی ہے جے

کیوں غلامی قبول کی تم نے
دَر بدر خوار بھیک لی تم نے

تھی بیر لیلا رچی انوکھے ڈھب
کھیل میں بھول کیوں گئے منصب

تاجِ نوری کو سر سے پھینک دیا
ٹوکرا رنج و غم کا سر پہ لیا

اب جلال و جمالِ ذات سنبھال
اٹھو یشب ساں ہوں سب بیٹے پامال

نیرِ اعظم ہو تم تو نور افگن
خدمتِ مایا میں نہ ڈھونڈو دھن

وہم کا تار آسِتین سے کھول
مت پھر و مارے مارے ڈانوا ڈول

## (۴۱۲) ذاتِ باری

لیک مایا یہ آگئی کیونکر؟
روئے عالم پہ چھاگئی کیونکر

ذاتِ واحد کو کیوں شریک لگی؟
بے بدل حسن کو یہ لیک لگی

(۵) جذبات ⁂

بدر کو گہن[1] یہ لگا کیسے؟ | ایسا ظلّ[2] زمیں پڑا کیسے

## جواب (۴۱۳)

(۱) اے زمیں دوز چشمِ دنیا بیں | تو ہی خود ہے بنی خسوف یہیں
چاند راہو نے جا نہ پکڑا ہے | وہم تیرے نے تجھکو جکڑا ہے
ذاتِ واحد سدا ہے جوں کی توں | اُس میں ردّ و بدل ہے یاں نہ یوں
دائیں بائیں ادھر ادھر ہر سُو | آپ ہی آپ ایک رس ہے وہ ہُو
این و آن چوں چگوں چنین و چناں | لوٹ آتے ہیں واں سے ہو حیراں
برتر از فہم و عقل و ہوش و گماں | لامکاں لازماں فشاں امکاں

(۲) روئے خورشید پر نقاب نہیں | دو پہر کو کوئی حجاب نہیں
آب حائل نہیں سحاب نہیں | دیکھنے کو کسی کی تاب نہیں
موجزن ہو رہی ہے عُریانی | بس یہ پردہ ہے طُرّہ حیرانی

(۳) جوں رسن میں پدید صورتِ مار | مجھ میں مایا نمود ہے طُومار
یہ سراپا ادھیاس[3] ہے اظہار | جان مجھ کو رہے نہ یہ پندار
اور سنسرگ[4] کو جو مانا تھا | تب تلک ہی تھا جب نہ جانا تھا
مارِ موہوم[5] میں موٹائی طُول | تو وہی ہے جو تھی رسن میں مُول
یہ حقیقی رسن کا طُول و عرض | مارِ موہوم میں ہوا یا فرض

(۱) گرہن (۲) زمین کا سایہ یعنی راہو (۳) اظہار بالماہیت (۴) اظہار بالنسبت (۵) فرضی و وہمی سانپ

اِس طرح گرچہ مایا متھیا ہے
دُور رہتے ہیں مارے وحشت کے
پر جو آکر قریب تر دیکھا
ماہیت پر نگاہ گر ڈالو
کیسی مایا کہاں ہُوا سنسرگ
کال وستو کا دیش کا مجھ میں
کون طالب ہُوا تھا مُرشد کون؟
کِسکو سُنتے شکوک اُٹھے تھے
ہستی و نیستی نہیں دونوں
کیا غلامی کہاں کی شاہی ہے
ہیں کہاں تو کہاں صغیر و کبیر
کِسکی وحدت اور اُس میں کثرت کیا
کسکی تشبیہ اور مشبّہ کیا؟
کیسی گنگا یہاں پہ رام کہاں؟
کب کِھلی چاندنی ہے خُوب کہاں؟
کب رسن تھا یہاں پہ مار نہیں
عکس اِس جا نہیں ہے عین نہیں

اِس میں سنسرگ ست ہی کا ہے
ناگنی کالی سے سبھی ہٹ کے
بے خطر ہو گئے مِٹا کھٹکا
اصلِ ہستی کو خُوب سنبھالو
کب تھی پیدائیش و کہاں ہے مرگ
نام ہوگا نہ ہے ہُوا مجھ میں
کس نے اُپدیش کر پڑھایا کون؟
کب دلائل سے حل پھر طے ہُوئے
رُستگاری و قید کیونکر ہوں
عالی جاہی کہاں تباہی ہے
کس کا صیّاد دام و دانہ اسیر
کیا خدائی وہاں عبادت کیا؟
جہل کیا اور عِلم ہو کیسا؟
ذاتِ مُطلق میں میری نام کہاں؟
رات کیسی ہو آفتاب کہاں؟
کوئی دشمن ہُوا نہ یار نہیں
نُقطہ پیدا نہیں ہے غَین نہیں

کب جُدا ٹھنے؟ نہ پائی بینائی
کچھ بیاں کیجئے گا حالِ ذات
کب کنواری کے فہم میں آوے
دسپنا پکڑتا ہے اشیا کو
عقل بدّھی حواس من سارے
آتما عقل بدھ من سب کو
دُنیوی شے پہ عقل کا بس ہے
عقل سے برہم چاہو پہچانا
غیر ممکن۔ محال ہی تو ہے
نُطق! مشہور ہے تو کار آرا
نُطق نے زور جان تک مارا
آنکھ خانے سے اپنے باہر آ
چھان مارا جہان کو سارا
اے زُباں موم تجھ سے ہی خارا
اپنا سب کچھ زبان نے وارا
خون روتا قلم ہے بیچارا
اے قلم! نُطق! اے زباں دیدہ!

خود خدائی ہے بل بے رعنائی
ہائے کہنے میں آئے کیونکر بات
لذتِ وصل کون بتلا دے
کیسے پکڑے جو انگلی قابض ہو
مثل چمٹا ہیں دُنیا انگارے
قابو رکھتا ہے ہاتھ چمٹے کو
آگے مجھ آتما کے خود خس ہے
ہاتھ چمٹے کے بیچ میں لانا
دم جو مارے مجال کسکو ہے
رام تک پہنچنے کا ہے یارا؟
گر پڑا آخرش تھکا ہارا
ڈھونڈ بیٹھی ہے باغ بن صحرا
کیسے دیکھے گا آنکھ کا تارا
کچھ بتادے کہاں پہ ہے دارا
چڑھ گیا اڑ گیا وہ لے پارا
لکھتے لکھتے غریب میں ہارا
جستجو میں مرو ہے نستارا

آنکھ کی آنکھ جان کی ہے جان
نُطق کا نُطق پران کا ہے پران

کَون دیکھے یہاں دِکھائے کَون
کَون سمجھے یہاں سُنائے کَون

لدگیا عقل و ہوش بنجارا
اوس سماں کر سکا نہ نظارا

رام بیٹھا نہیں، نہیں کھارا
رام خود پیار ہے نہیں پیارا

رام ہلکا نہیں، نہیں بھارا
رام ہِلتا نہیں۔ نہیں رشیارا

کھنڈ ٹکڑا نہیں، نہیں کیارا
خیالِ تقسیم پر چلا آرا

رام ہے تیغِ تیز کی دھارا
کھیل لے جان پر تو آئے پارا

اُس کو عادل رحیم ٹھہرانا
اُس سے دُنیا میں بہتری چاہنا

خواہشوں کا دِلوں میں بھر لانا
اُن کے بر آنے کی دُعا گانا

مطلبی یار اُس کا بن جانا
چل پرے ہٹ نہیں وہ انجانا

رام جاروب کش نہیں تیرا
سر سے گُزرو وصال ہو میرا

خواہشوں کو جگر سے دھو ڈالو
ہوسِ دُنیا کو دِل سے رو ڈالو

آرزُو کو جلا کے خاک کرو
لذّتوں کو مِٹا کے پاک کرو

بھکے پھرنا بھٹک بھٹک باطل
چھوڑ کر ہو جیئے ابھی کامل

تُو تو معبود ہے زمانے کا
دیوتاؤں کا دیو تُو ہی تھا

اہلِ اسلام ہندو عیسائی
گرجا مندر مسیت۔ دو ہائی

دے کے دوہائی رام کہتا ہے
تُو ہی تو رام گاڈ مَولا ہے

سب مذاہب میں سب کے معبد میں — پوجا تیری ہے نیک ہیں بد ہیں
اَے سدا مست راج متوالا! — رُتبہ اوصاف سے ترا بالا
اَے سدا مست لال متوالا! — اپنی مہما میں موج کر بالا
ایک میوادوِتیہ تیری ذات — وحدہٗ لا شریک میری ذات
پاس تیرے پھڑک لے غیریّت — غیر ممکن ہے بل بے محویّت
ایک ہی ایک۔ آپ ہی ہوں آپ — رام ہی رام۔ کس کی مالا جاپ

## (۱۴۱) آدمی کیا ہے؟

(۱) دانہ خشخش کا ایک بویا تھا — بابا آدم نے ابتدا میں لا
ایک دانہ میں زور یہ دیکھا — بڑھ گیا اِس قدر نہیں لیکھا
اِس قدر بڑھ گیا پُھلا پھیلا — جمع کرنے کو نہ مِلا تھیلا
کُٹھلے کٹھلی بھرے ہوئے بھرپور — بنئے سوداگروں کے کوٹھے پُور
ایک دانہ حقیر چھوٹا سا — اپنی طاقت میں کیا بلا نِکلا
آج بونے کو دانہ لاتے ہیں — اُسکی طاقت بھی آزماتے ہیں
یہ بھی خشخاش ہی کا دانہ ہے — یہ بھی طاقت میں کیا یگانہ ہے
ہوبہو ہے وہی تو اِس میں بھی — شکتی آدم کے بیج میں جو تھی
بیچ بتائیں ہے یہ وُہی دانہ — نہ یہ پھیلا ہُوا نہ دوگانہ

خُوب دیکھو بچار کرکے آپ
غور سے دیکھئے حقیقت کو
اصل دانہ نظر نہ آتا ہے
میرے پیارے تُو ذاتِ واحد ہے
(۲) جان ننھی کو جبکہ سائینس داں
جسم گوء ہو گیا ہو دو ٹکڑے
پیشتر کاٹنے کے ایک ہی تھا
دونوں ویسا ہی زور رکھتے ہیں
دو کو کاٹیں تو چار بنتے ہیں
کیا دکھاتی ہے کھولکر یہ بات
گوء منو کا شریر چھوٹ گیا
ہر رشی کی نسل میں ہے وہی
ہاں اگر کچھ کسر ہے ظاہر میں
جھٹ نکالو یہ ہیر اصاف کرو
(۳) ایک شیشے میں ایک ہی رُو تھا
مختلف ہو گئے بہت ابدان
زید ہو بکر ہو - عمر ہی ہو

ماہیت بیج کو قلیل سا ناپ
نظر آتا ہے بیج کیا تم کو؟
نہ وہ گھٹتا ہے بڑھ نہ جاتا ہے
تیری قدرت اگرچہ بے عار ہے
امتحاں کو ہے کاٹنا یکساں
لیک مرتے نہیں وہ یوں کیڑے
جب دیا کاٹ دو ہوئے پیدا
جیسے وہ کیڑا جس سے کاٹے ہیں
چار سے آٹھ بن نکلتے ہیں
کاٹنے میں نہیں ہے آتی ذات
پر کروڑوں ہنود ہیں پیدا
شکتی آدمی منو میں جو جب تھی
ذرّے یکتا پڑا ہے کیچڑ میں
ضد نہ کیجے گا بس معاف کرو
شیشہ ٹوٹا عدد بڑھا رُوء کا
اِن میں ظاہر ہے ایک ہی انسان
مظہر آدمی ہے کوئی ہو

گو ہے نکرے کا معرفوں میں ظہور　　نام روپوں میں ہے یہی معمور

پر یہ نکرہ بذاتِ خود کیا ہے　　اس میں جسموں کا دخل بیجا ہے

اسم فرضی۔ تشکل بدیہی ہے　　پر جو تُو ہے تو ایک رس ہی ہے

تُو ہی آدم بنا تھا تُو حوّا　　تُو ہی ہے لاٹ صاحب تُو ہوّا

تُو ہی ہے رام تُو ہی تھا راون　　تُو ہی تھا وہ گڈریا برندابن

جھوٹ ہم کو صنم نہ دیا ہے　　تُو ہی مولا ہے چھوڑ دے ہے ہے

سیمبر کا وہ چاند سا مکھڑا　　تیرا مظہر ہے نور کا ٹکڑا

ہاں جگر سب کا ہاتھ میں ہے ترے　　نورِ موفور ساتھ میں ہے ترے

ماہ و خورشید برق و انجم و نار　　جان کرتے ہیں رام پر ہی نثار

(۴۰)

# تین شریر ورن

## (۱۴۵) تینوں اجسام

(۱) جان من جسم ایک خلعتا ہے
یاد رکھ تو نہیں یہ جسم کثیف
جسم تیرا کثیف اوور کوٹ
جسم بیرونی جھٹ بدلتا ہے
ردیہ استھول مرگیا جسوقت
دیہ سوکشم پھرے ہے آواگون

اس کے اترے نہ کچھ بگڑتا ہے
اور ہرگز نہیں تو جسم لطیف
جسم تیرا لطیف انڈر کوٹ
جسم اندر کا دیرپاء سا ہے
دیہ سوکشم چلاگیا اسوقت
تو تو ہر جا ہے آنا جانا کون

(۲) پکی مٹی کے بیشمار گھڑے
جتنے برتن ہیں عکس بھی اتنے
لیک سورج تو ایک ہی سے ہیں
تب تو جانوگے تم کہ یہ سایا
نور باہر ہے ایک دھوکے سے

بھر کے پانی سے دھوپ میں دھردو
مختلف سے نظر میں آئیں گے
اور جو سائینس پڑھا ہو مکتب میں
آب اندر کبھی نہیں آیا
بیچ پانی کے لوگ تھے سمجھے

اب یہ پانی گھڑے بدلتا ہے ٹُوٹتے ہیں سبو یہ رہتا ہے

پانی جسمِ لطیف کو جانو مٹی جسمِ کثیف پہچانو

جانِ من تُو تو مہرِ تاباں ہے ایک جیسا سدا درخشاں ہے

جہل سے ہے تُو قیدِ قالب میں تجھ میں سب کچھ ہے تو ہی ہے سب میں

گو یہ جسمِ لطیف پانی ساں بدلتا ہے ہمیشہ ہی ابدان

پر تیری ذاتِ قُدس والا کا بال ہرگز نہ ہو سکا بیکا

میرے پیارے! تُو آفتاب ہی ہے عکس مُطلق نہیں تُو آپ ہی ہے

رُوئے انور ذرا دِکھا تو دے پانی اُڑتا ہے عکس ہو کیسے؟

کیسا پانی۔ کہاں تناسخ ہو؟ مَیں خُدا ہُوں۔ یقین راسخ ہو

عِلمِ[1] ہیئت سے گر کرو کچھ غور تو سبو[2] آب۔ مہر سے نہیں اَور

یہ زمیں اور سارے سیّارے چشمۂ نُور سے نہیں نیارے

نیٹوکر مسئلے کو جلنے دو ایک سیدھی سی بات یُوں دیکھو

یہ جو آب و سبو و صحرا ہے رات کالی میں کس نے دیکھا ہے

چشم جب آفتاب نے ڈالی پانی برتن دِکھائے بہمائی

آپ برتن ہے آپ پانی ہے کیا عجب رامؔ کی کہانی ہے

آپ منظر ہے سایہ افگن آپ سایہ منظر کہاں؟ ہے آپ ہی آپ

کیا تحیّر ہے۔ ہائے حیرت ہے غیر سے کیا غضب کی غیرت ہے

(۱) علم آپٹکس (۲) جھجا یا گھڑا

کیسی مایا؟ یہ کیا طلسم ہے
دُنیا تو حیرتِ مجسّم ہے

اب ذرا اور خوض کیجئے گا
یہ اچنبھا عجیب ہے مایا

کہئے آشچریہ کیا کہاتا ہے؟
انتہا کا مزہ جو آتا ہے

انتہا کا مزہ ہے آنند گھن
یعنی خود رام سچدانند گھن

پس یہ مایا بھی آپ ہی ہے برہم
نام رُوپ ہیں کہاں؟ ہے خود ہی برہم

اُٹھ آئی ہو گر سپاہِ وہم
پھر بھگا دو اُسے نہ جانا سہم

مایا مایا کی کچھ نہیں در اصل
وصل کیسے ہو احد میں کب فصل

اُسکو دیکھیں باعتبارِ عبد[1]
تب تو مایا یہ جہل ہے بیدرد

پران اویکت اور اودیا بھی
علّتِ اولیٰ ہیں نام اُسکے ہی

خوابِ غفلت ہے گھن سُشپتی ہے
دیہ کارن بھی یہ کہاتی ہے

عالمِ خواب اور بیداری
اِس ہی چشمے سے ہوگئے جاری

## کارن شریر (۴۴۶)

(۲) جاگرانی ہیں فقتہ دریا کا
جُوں شجر سرنگوں ہے دِکھلایا

گرچہ نسبت شجر سے رکھتا ہے
جڑ کو اُونچا تے سے رکھتا ہے

بیخ دریا کی برف جڑ قائم
رہتی کیا اِس پر ہی ہے دائم

(۱) جیو

مُرتفع ہیج کی طرح کارن
سخت مستی غرُور سے بھرپور

منجمد سرو ٹھوس زرّیں تن
نیستی لاشریک۔ حرکت دُور

## (۴۱۷) سُوکھشم شریر

اِس ہی کارن شریر سے پیدا
اُونچے کوہوں پہ برف سارے ہے
گھلتے پگھلتے برف یہ ہی
اِس سے شفّاف ندیاں بہتی ہیں
کود کا پھول کا پھل کا پتّوں کا
ننّھے ننّھے یہ سب ندی نالے
دیہی نسبت اُنہیں مُناسب ہے
دیہہ سوکھشم ہے فکر و عقل و ہوش
عالم خواب میں یہی سُوکھشم
ٹیڑھے ترچھے کاول کرتا ہے
برف جڑ جو شریر کارن ہے
دیہہ سُوکھشم اِسی سے ڈھلتا ہے

یہ لطیف و کثیف جسم ہُوا
سوئے چاندی کی جھلک مارے ہے
پربتوں پر بنی ہے گنگا جی
کھیلتی جن میں لہریں رہتی ہیں
سایہ لہروں پہ لُطف ہے دیتا
برف اُونچی کے بال کے بالے
دیہہ سوکھشم سے عین واجب ہے
امتیاز و خیال و گُفت و نوش
چلتا پُرزا بنا ہے کیا چم خم
چھل پُھلوں میں کیا لچکتا ہے
زیر انوار مہر روشن ہے
جُوں پہاڑی ندی نکلتا ہے

(۱) مُراد آتما سے ہے۔

## (۴۱۸) ستھول شریر

خواب گذرا تو جاگرت آئی
ندی میدان میں اُتر آئی

جُوں ہی سُوکھشم[1] نے قدم یاں رکھا
گدلا خاکی کثیف جسم لیا

یا کہو یوں کہ جسمِ نازک نے
صُوف موٹے کے کپڑے پہنے

شب کو شیریں بدن جو سوتا ہے
جامہ تن سے اُتار دیتا ہے

جب زمستاں[2] کی رات آتی ہے
ننگا دریا کو کر سُلاتی ہے

دریا کا کر کے مشاہدہ دیکھا
خرقہ ہر سال ہی نیا ہی تھا

ٹھیک اِس طور پہ ہی جسمِ لطیف
بدلتا پیرہن ہے جسمِ کثیف

یُوں تو ہر شب لباسِ[3] ظاہر کو
دُور کرتا ہے بدن در بر کو

اِلّا پھر صبح پہن لیتا ہے
ستھول[4] دیہ میں پھر آن رہتا ہے

(۱) سُوکھشم شریر (۲) جاڑا (۳) لباس (۴) ستھول شریر۔

## (۴۱۹) آواگون

لیک مرنے سمے یہ جسمِ لطیف
بدلتا مُطلقاً ہے جسمِ کثیف

جب پُرانی یہ ہو گئی پوشاک
دے اُتاری۔ یہ پھینکدی پوشاک

کینچلی چولا کو اُتار دیا
اور ہی جسم پھر تو دھار لیا

اسکو کہتے ہیں ہندو آواگون
بدلنا جسم کا ہے آواگون

## (۴۲۰) آتما

مہر جو برف پر درخشان تھا
وہی ستھول رودِ میداں پر
ایک دریا کے تین موقعوں پر
بلکہ دُنیا کے جتنے دریا ہیں
آتما ایک تین جسموں پر
ساری دُنیا کے تین جسموں پر
آنا جانا نہیں ہے آتم میں
آتما میں کہاں کی آوا گون

صاف نالوں پہ نُور افشاں تھا
جلوہ افگن تھا آبِ حیراں پر
مہر ہے ایک حاضر و ناظر
تختِ پرتو سبھوں کے سہ جا ہیں
جلوہ افگن ہے حاضر و ناظر
ایک آتم ہے باطن و ظاہر
یہ مفروض سب ہوئے تن ہیں
آئے کس جا، اور جائے کون

## (۴۲۱) تین بدن

اصل کو اپنی بھول کر انساں
مرتا خرگوش جب کہ جاتا ہے
ہے تعاقب میں وہم کا صیاد
گاہ بدن کثیف میں آیا
کبھی کارن میں ہے پناہ گزیں

بھولا بھٹکا پھرے ہے ہو حیراں
جھاڑی جھاڑی میں سر چھپاتا ہے
چھوڑتا ہی نہیں ذرا جلاد
گاہ جسم لطیف میں دھایا
وہم سے بن گیا ہے باختہ دیں

## (۴۲۲) شودر

جس نے استھول میں نشست کری / جسم بیروں ہوں ٹھان جی میں لی
مرکزِ الفت کو بدن میں رکھا / عیش و عشرت حواس میں چکھا
کرلیا جسم اپنا پایۂ تخت / کھانے پینے میں سمجھ رکھا بخت
نہ رکھی علم و فضل سے کچھ غرض / ایک تن پروری ہی سمجھا فرض
غرض یہ تھی چلا جو چال کہیں / کہ نہ ہو جسم کو زوال کہیں
جسکو پرواہ نہیں ہے عزت کی / ہے فقط آرزو تو لذت کی
ڈال کر لنگر اہنانیت[1] / سمجھا دریا کثیف جمعیت
بے درم دیہہ کثیف کا چاکر / اس کو کہنا ہی چاہیئے شودر

(۱) اہنکار۔ جزوی خودی

## (۴۲۳) ویش

ڈیرا جس نے لطیف میں رکھا / راجدھانی اسے بنا بیٹھا
کہہ رہا ہے زبانِ حال سے جو / دیہ سوکھشم ہوں میں جو ہو سو ہو
جو ٹٹولی سے تاجو آتا ہے / طعنہ خنجر سا چیر جاتا ہے
بھوکا کاٹیگا ننگا رہ لے گا / ظاہری پیڑ دکھ سہ لے گا
موقع شادی کا ہو کہ مرنے کا / مر مٹے گا نہیں وہ ڈرنے کا
گھر گرو رکھ کے خرچ کر دیگا / چوٹی قرضے سے بھی جکڑ دیگا

کوئی میرے کو بولی مار نہ دے ۔ جسم سُوکھشم کو گولی مار نہ دے
فکر ہر دم جسے یہ رہتی ہے ۔ دیکھوں کیا خلق مُجھکو کہتی ہے
جان جسکی ہے نِند اُستت میں ۔ ہمنشینوں سے بڑھ کے عزّت میں
پل میں تولہ گھڑی میں ماشا ہے ۔ پینڈولم کی طرح تماشا ہے
رلائے لوگوں کی مثل چوگاں ہے ۔ گیند ساں دوڑتا ہراساں ہے
رات دن پیچ و تاب ہے جسکو ۔ ننگ کا اضطراب ہے جسکو
رہتا اُس ہی اُدھیڑ بُن میں ہے ۔ پاس ناموس ہی کی دھن میں ہے
چلتا اوروں کی رائے پر جو ہے ۔ خیال وحشت فزائے پر جو ہے
قیاس میں جس کے ٹیڑھا ویڑھا پن ۔ طبع جسکی سدا ہے متلوّن[1]
گاہ چڑھتی ہے گاہ گھٹتی ہے ۔ رُخ پہاڑی ندی بدلتی ہے
ایسا وہمی مزاج ہے جس کا ۔ دیہ سُوکھشم سے کاج ہے جسکا
ویش کہنا بجا ہے ایسے کو ۔ شکل و صورت میں خواہ کیسے ہو

(۱) چنچل۔

## کشتری (۴۲۴)

جس کی نشٹھا ہے دیہ کارن میں ۔ ہے اَچل بزم[1] میں ہو یا رن میں
دُنیا ہل جائے پر نہ ہلتا ہے ۔ مستقل عزم قول پکّا ہے

(۱) مجلس۔

خواہ تعریف خواہ مذمت ہو
لاج سے بھئے جیسے نہ اصلا ہو
جو نہیں دیکھتا ہے پبلک کو
رائے پر اوروں کی جو نہ چلتا ہے
لوگ دُنیا کے بن مخالف سب
زہر سُولی صلیب یا پھانسی
جس کو تعریف کی نہیں پرواہ
پھر پُوجیں گے نام پوجیں گے
اُسکو اوتار کرکے مانیں گے
دھرم چھتری ہے یہ مُبارک دھرم
آج اُس دھرم کی ضرورت ہے
نام کو برہمن و چھتری ہو
سب کو درکار ہے یہ کشتری دھرم
اسکو کہتے ہیں لوگ کیریکٹر
اُس تلیٹی پہ رہتا ہے چھتری
جس سے ندیاں تمام آتی ہیں
ہے چمک دمک اور آب و تاب

شادی اور غم پہ جسکو قُدرت ہو
دو دلی سے نہ کام چلتا ہو
بہ نظر باطن مُبارک ہو
قوم کو آپ جو چلاتا ہے
جان لینے کو آئیں اُسکی جب
ہنس کے سہتا ہے جیسے ہو کھانسی
خالی تعریف سے ہی وہ ہوگا
لوگ جب اُسکی بات سمجھیں گے
لوگ جب اُس کی بات جانیں گے
برتر از ضعف و ننگ و عار و شرم
دھرم یہ برتر از کدورت ہے
نام کو ویش ہو کہ شودر ہو
جان نیشن کی ہے یہ کشتری دھرم
دیہ کارن کو جان اِس کا گھر
رانا پرتاب اور سیواجی
بنج بیوپار کو سجاتی ہیں
یہ بلندی ہے گویا عالمتاب

اِس زمیں پر یہ ہے بلند ترین
چشمہ بیوہار کا ہے سنبھالا
جوش اور خروش ہے جس میں
شیرِ نر کو نہ لائے خاطر میں
گرج سے کوہ کو ہلاتا ہے
جوق در جوق فوج دل بادل
دھرم کی آن پر ہے جان قربان
وہی کشتری ہے رام کا پیارا
مست پھرتا ہے زور میں پل میں
توپ بندوق کی صدا سے ڈر
کپکپی میں نہیں کبھی آتا
گرچہ گھائل ہو پھر بھی سینہ سپر
تیر و تلوار کی دنا دن میں
جان بازی ہی جسکی راحت ہو
رن ہو گھمسان کا قیامت ہو
زخم زخموں پہ خوب کھاتا ہے
سخت سے سخت کارزار و رزم

مسندِ شاہی کو زیب یہیں
راج ہے اُس کا مرتبہ اعلیٰ
سُورماپن کی ہوس ہے جس میں
تہلکہ ڈالے فوج و لشکر میں
دِل ببر کا بھی دہل جاتا ہے
مِتّھیا لاشئے ہے ہیچ اور باطل
گیدی بن کر نہ ہو کبھی حیران
ویش پر جس نے جان کو وارا
کوند جاتا ہے بجلی بن پل میں
اُنگلی لیتا نہیں وہ کان میں دھر
لالے جاں کے پڑیں نہیں ڈرتا
شوک کرتا نہیں۔ نہ پچھتاتا
ابھیمنتو ساں جا مرے رن میں
جنگ و زور آوری ہی فرحت ہو
بلا کا ہنگامہ اور شامت ہو
پَیر پیچھے نہیں ہٹاتا ہے
شانتی دِل میں ہو عزم ہو بالجزم

جسم حرکت ہیں چِت ساکن ہو
ہر دو جانب سما بھینکر تھا
ہاتھی گھوڑوں کا شور بیروں کا
شور تھا آسماں کو چیر رہا
افرا تفری ہیں اور گرد بڑے ہیں
کیا دکھاتا جوان مردی ہے
رگبیت ٹھاٹک بھرا سُناتا ہے
جسکے نکتوں کو تا ابد کا حل
سخت نعروں ہیں شانت یہ سُر ہے

دِل تو فارغ ہو۔کار کُن تن ہو
تُند مور و ملخ سا لشکر تھا
شنکھ باجے کا اور تیروں کا
گرد سے مہر بن فقیر رہا
وہ دلاور کمال کی جڑ ہیں
کیا ہی مضبوط دل ہے مردی ہے
فلسفہ کیا عجب بتاتا ہے
سوچا چاہیں گے غور سے مِل مِل
سچا یہ من چلا بہادر ہے
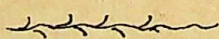
## (۴۲۵) برہمن

کوہ پر شو نظر جو آتا ہے
جس سے کیلاش ہی نہ تاباں ہے
وَیش چھتری کو اور شودر کو
اوم آنند آتما چیتن
نشٹھا اِمیں ہے جسکی کہ "یہ مَیں ہوں"
رُوئے عالم پہ نُور افگن ہے

برف کو آب کر بہاتا ہے
رونقِ بحر اور بیاباں ہے
وَلے ہے پرکاش کہہ و مہتر کو
تینوں دیہوں میں ہے جو نُور افگن
شِو ہُوں۔سُورج ہُوں خاص شنکر ہُوں
وُہ برہمن ہے۔وہ برہمن ہے

مکت خود درشنوں سے مکت کرے
تین گن سے پرے ہے پرسب کو
جس کو فرصت نہ دے کبھی پہیا
کھڑا کرتا نہیں ہے دست دنا
مانگنا خواب میں بھی کچھ نہ ہے
وشنو کو لات مار دیتا ہے

نور اور زندگی سے چست کرے
نور دیتا ہے خواہ کیا کچھ ہو
برہمن ہے وہی جو ہو ایسا
ہے غنی ذات ہی ہیں وہ دھنی ہوا
اسکی درشٹی سے کانچ کندن ہے
وہ برہمن ہے۔ وہ برہمن ہے

ق

## (۲۲۶) شدھ سروپ۔ ذاتِ مبرا

تینوں اجسام سے گزر کر پار
حسن میں اپنے خود درخشاں ہوں
تلنیں کیا مزے سے کھاتا ہوں
میری کرنوں میں ہو گیا دھوکا
قلعہ دکھوں کا مسر کیا ڈھایا
ہست مطلق سرور مطلق پر
کچھ نہ بگڑا تھا کچھ نہ سدھرا اب

یاں عدو ہے نہیں نہ کوئی یار
مہر تاباں ہوں۔ مہر تاباں ہوں
موت چٹنی مرچ لگاتا ہوں
آب کا تھا سراب دنیا کا
راج افلاک و مہر پر پایا
جھنڈا گاڑا پھریرا لہرایا
کچھ گیا تھا نہ۔ کچھ نہیں آیا

# ذاتی تجربہ (بجی انوبھو)

## تصویرِ یار

### (۴۲۷) غزل

اِس لئے تصویرِ جاناں ہمنے کھچوائی نہیں (ٹیک)

بات تھی جو اصل میں وہ نقل میں پائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...
پہلے تو ہاں جان کی تن سے شناسائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...
تن سے جاں جب مل گئی تو اُسمیں دو تائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...
ایک سے جب دو ہوئے تب لطفِ یکتائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...
میں ہوں مشتاقِ سخن اور اُس میں گویائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...
پاؤں لنگڑا۔ ہاتھ لُنجا۔ آنکھ بینائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...
یار کا خاکہ اُڑانا۔ یہ بھی دانائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...
کاغذی یہ پیرہن ہے دل کو یہ بھائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...
دِل میں ڈر ہے کہ مُصوّر ہی نہ بنجائے رقیب — اسلئے تصویرِ جاناں...
دام مانگے ہے مُصوّر پاس یک پائی نہیں — اسلئے تصویرِ جاناں...

نوٹ:۔ یہ غزل سوامی جی کے نوٹ بک میں ایسی ہی ملی ہے۔ اگرچہ اسکا سلسلہ ہندی رام برشا کی غزل کے سلسلے سے ذرا مختلف ہے تاہم سطور وہی ہیں۔ اور مطلب میں فرق نہیں۔ (مؤلف)

# نفاق

(۴۲۸) ریختہ

ستّیہ دھرم کو چھپا دیا - کس نے؟ نفاق نے
لوگوں میں چھل پھیلا دیا - کس نے؟ نفاق نے } ٹیک

(۱) یہ دیش اِک زمانہ میں دُنیا کی شان تھا
اب سب سے ادنیٰ کردیا - کس نے؟ نفاق نے

(۲) دِوج دھرم کرم کرنے میں رہتے تھے رنیتہ مگن
اب اُن کو پست کردیا - کس نے؟ نفاق نے

(۳) ہر گھر میں شبد سُنتے تھے - ویدوں پُران کے
اُن سب کو ہی مِٹا دیا - کس نے؟ نفاق نے

(۴) مہابلی راوَن کو تو جانت سبھی یہاں
سب ناش اُس کا کردیا - کس نے؟ نفاق نے

(۵) آیا ہے وقت اب تو ہتیشی بنو سبھی
گھر گھر میں دخل کرلیا - کس نے؟ نفاق نے

## (۴۲۹) سمے[1]

سمے کیسا یہ آیا ہے (ٹیک)

(۱) نہ یاروں سے رہی یاری | نہ بھائیوں میں وفاداری
محبت اُٹھ گئی ساری | سمے کیسا یہ آیا ہے

(۲) جدھر دیکھو بھری کُلفت[2] | بُھلا دی سب نے ہے اُلفت
بُری صحبت بُری سنگت | سمے کیسا آیا ہے

(۳) سبھائیں کی بہت جاری | بنے خود اُن کے ادھکاری
نہ چھوڑے کرم وِبچاری | سمے کیسا یہ آیا ہے

(۴) بہت عمدہ کہیں لیکچر | مگر اُلٹا چلیں اُن پر
عقل پر پڑ گئے پتھر | سمے کیسا یہ آیا ہے

(۵) سچائی کو چُھپاتے ہیں | دل اوروں کا دُکھاتے ہیں
برتھا[3] سَوگنے کھاتے ہیں | سمے کیسا یہ آیا ہے

(۶) نہیں بیوہار کی شُدھی | وِپریہ[5] ہو رہی بُدھی
وچاریں ست نہیں کچھ بھی | سمے کیسا یہ آیا ہے

(۷) گھٹا ہے پاپ کی چھائی | اُپدرو[6] ہوویں ہر جائی[7]
ہے اِک کو ایک دُکھ دائی | سمے کیسا یہ آیا ہے

(۱) وقت (۲) نفرت - دویش (۳) بفائدہ (۴) پیچھے (۵) اُلٹی (۶) فساد-حادثے (۷) ہر جگہ ۔

(۸) نہ جانے دیش کے باسی | بنیں سب ست وشواسی
مِٹے اب کیسے اُداسی | ہمے کیسا یہ آیا ہے

(※)

# بھارت ورش

(۴۳۰)

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اُس کی وہ بوستاں ہمارا

غُربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دِل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی ہو دِل جہاں ہمارا

پربت وہ سب سے اُونچا ہمسایا آسماں کا
وہ سنتری ہمارا۔ وہ پاسباں ہمارا

گودی میں کھیلتی ہیں جسکے ہزاروں ندیاں
گُلشن ہے جنکے دم سے رشکِ جہاں ہمارا

اَے آبِ رودِ گنگا! وہ دِن ہے یاد تُجھکو
اُترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

مذہب نہیں سِکھاتا۔ آپس میں وَیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یونان و مِصر و روما سب مِٹ گئے جہاں سے
باقی ہے پر ابھی تک نام و نشاں ہمارا

## (۱۳۴) بھارت ورش کی مہما (تعریف)

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے (ٹیک)

(۱) چشتی نے جس زمیں میں پیغام حق سنایا
نانک نے جس قلیم میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھوڑایا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

(۲) یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا
سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا
ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا
میرا وطن وہی ہے۔ میرا وطن وہی ہے

(۳) پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسمان سے
وحدت کی نے سُنی تھی دُنیا نے جس مکاں سے
میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

# گیانی کی ہوری (ہولی)

(۳۵۲) راگ کالنگڑہ - تال دیپ چندی)

رے کرشن! کیسے ہوری ہیں نے مچائی (اچرج لکھیو سجائی (ٹیک)
اَست سَت کر دکھلائی - رے کرشن! کیسے ہوری تیں نے مچائی

ایک سمے ہری کرشن کے من میں ہوری کھیلن کی آئی
ایک سے ہوری مچے نہیں کبھوں - یا تے کروں بہتائی
یہی پربھو نے ٹھہرائی - رے کرشن کیسے..........

پانچ بھوت کی دھاتو ملا کر - انڈ پچکاری بنائی
چودہ بھون رنگ بھیتر بھرکر - نانا روپ دھرائی
پرکٹ بھئے کرشن کنہیائی - رے کرشن!......

پانچ وشے کی گلال بنا کر - بیچ برھمانڈ اڑائی
جس جس نین گلال پڑی - اس کی سدھ بدھ بسرائی
نہیں سوجھت اپنائی - رے کرشن!.........

ویدانت انجن کی سلا کھا - جس نے نین میں پائی
بس کا ہی ٹھیک سب تم تماشو - سوجھ پڑی اپنائی
ہوری کچھ بنی نہ بنائی - رے کرشن!......

(۱) اندھکار ×

(۳۵۳)

مرضی چینن کی جب جھک مارن کی ہووے

مِرگ ترشنا کے نیر ہیں بہے چلیو بن توٗے

بہے چلیو بن توے - سہارا کہیں نہ پاوے

اِت اُت غوطے کھائے - بہوڑی پاچھے پھر آوے

کہیں گردھر قوی رہے - کروں میں کا پر عرضی

جھک مارن کو چینن کی جب ہووے مرضی

(۱) شراب (۲) جل (۳) بغیر جل کے (۴) اِدھر اُدھر (۵) پھر لوٹ کر پیچھے آوے (۶) کس پر

(۳۵۴) کافی

| | |
|---|---|
| ہُن مینوں کون پچھانے | مَیں کچھ ہو گیا ہور (ٹیک) |
| ہادی مینوں سبق پڑھایا | اوتھے غیر نہ آیا جایا |
| مطلق ذات جمال دکھایا | وحدت پایا نی شور - ہُن مینوں .. |
| اوّل ہو کے لا مکانی | ظاہر باطن اُس دا جانی |
| رہیا نہ میرا نام نشانی | مِٹ گیا جھگڑا شور - ہُن مینوں .. |
| پیارا آپ جمال دکھالے | مست قلندر ہوں متوالے |
| ہنساں دے ہُن ویکھ کے چالے | بُھلا بُھل گیا کاگاں دی ٹور - ہُن مینوں |

(۱) دوسرا - اور (۲) کوتوں کی

(۳۵۵)

(۱) اس قدر محوِ تجلّی ہو گیا | عکس مٹ کر نور پیدا ہو گیا
(۲) بندگی ہے بندہ بننے کے لئے | جب ہؤا آزاد مولا ہو گیا
(۳) غیرِ حق دل میں جہاں آیا خیال | بُت خدا کے گھر میں پیدا ہو گیا
(۴) ساتھ ہے صورت کے صورت آفریں | نقش پر نقّاش شیدا ہو گیا
(۵) شکلِ احمد میں اَحد تھا جلوہ گر | دیکھنے والوں کو دھوکا ہو گیا
(۶) دار پر چڑھ کر کہا منصور نے | آج اپنا بول بالا ہو گیا
(۷) سُن کے عاشق تیری خوش الحانیاں | بُلبلِ شیراز گویا ہو گیا

(۱) اکیلا - وحدانیت - ادومیت (۲) شولی (۳) قومی کا نام یا تخلص (۴) میٹھی آواز (۵) بولنے والا

(۳۵۶)

(۱) مجھی سے ہوئی ابتدائے دو عالم | مجھی میں قیام اِنکا رہتا ہے محکم
مجھی میں فنا ہونگے ایک روز ایکدم | شِوو ہم شِوو ہم شِوو ہم شِوو ہم
(۲) میں دریا ہوں اور مجھ میں بیجا ہیں قطرے | میں سورج ہوں اور مجھ سے روشن ہیں ذرّے
اہا ہا عجب دیکھتا ہوں تماشے | شِوو ہم شِوو ہم شِوو ہم شِوو ہم
(۳) چمک ہے میری مہر و ماہ کی ضیا میں | دمک لال و گوہر کی آب و صفا میں
خلا میں مرا نور ہے اور ملا میں | شِوو ہم شِوو ہم شِوو ہم شِوو ہم

(۱) مضبوط (۲) روشنی (۳) آکاش - تنہائی (۴) مجلس - گروہ

| | |
|---|---|
| (۴) بہشتِ بریں[1] میرا جلوہ جمالی[2] | جہنم کے شعلے ہیں شکلِ جلالی[3] |
| میری شان وہم و گماں سے ہے عالی | شیوہم شیوہم۔ شیوہم شیوہم |
| (۵) فلک[4] پر ملک[5] اور زمیں پر بشر[6] ہوں | یہاں ہوں وہاں ہوں ادھر ہوں ادھر ہوں |
| جدھر دیکھیے مظہرِ جلوہ گر ہوں | شیوہم شیوہم شیوہم شیوہم |

(۱) سب سے اونچا بہشت یعنی برہم لوک (۲) میری مہما کا چمتکار (۳) رعب و دبدبہ کا روپ

(۴) آسمان پر (۵) فرشتہ (۶) انسان۔
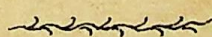
(۳۵۷) غزل راگ جنگلا تال دھمالی

(۱) بیہوش ہیں تو ہم ہیں۔ ہشیار ہیں تو ہم ہیں ٹیک
مے نوش[1] ہیں تو ہم ہیں۔ بیدار ہیں تو ہم ہیں
(۲) اپنے سوا نہیں ہے ہستی کسی کی ہرگز
بے جان ہیں تو ہم ہیں۔ جاندار ہیں تو ہم ہیں
(۳) گلشن میں ہم ہیں نزہت[2]۔ صحرا میں ہم ہیں وحشت
گر پھول ہیں تو ہم ہیں اشجار ہیں تو ہم ہیں
(۴) الفاظ اور معانی دل سے ہمارے نکلے
گر نثر ہیں تو ہم ہیں اشعار ہیں تو ہم ہیں

(۱) شرابی (۲) سگندھ۔ تازگی ۔

(۵) عیاری[1] اور یاری دونوں کی تہ ہیں ہم ہیں
گر یار ہیں تو ہم ہیں - اغیار[2] ہیں تو ہم ہیں

(۶) جھگڑا ابھی نہ کرو تم اے شیخ رند اپنا
بے دین ہیں تو ہم ہیں - دیندار ہیں تو ہم ہیں

(۷) علم اور جہل پہلو دو اپنی ذات کے ہیں
نادان ہیں تو ہم ہیں - ہشیار ہیں تو ہم ہیں

(۸) ہم سے ہے سب امیری - ہم سے ہے سب فقیری
زردار ہیں تو ہم ہیں - نادار ہیں تو ہم ہیں

(۹) ہم ہی نہاں رہے ہیں - ہم ہی عیاں رہے ہیں
گر کشف[3] ہیں تو ہم ہیں - اسرار[4] ہیں تو ہم ہیں

(۱۰) ہیں شیخ صومعے[5] میں اور رند میکدے میں
ہوشیار ہیں تو ہم ہیں - سرشار ہیں تو ہم ہیں

(۱۱) اپنی ہے ساری برکت - اپنی ہے ساری حرکت
رفتار ہیں تو ہم ہیں - گفتار ہیں تو ہم ہیں

(۱۲) وحدت میں ہم نہاں ہیں - کثرت میں ہم عیاں ہیں
مستور[6] ہیں تو ہم ہیں - دو چار ہیں تو ہم ہیں

(۱) چالاکی - بدمعاشی (۲) غیر - دشمن - (۳) ظاہر - کھلا معاملہ (۴) بھید - رمز (۵) عیسائیوں کی خانقاہ (۶) چھپے ہوئے -

(۱۳) منکر[1] ہیں جو وہ اپنے اور جو مُکر[2] وہ اپنے

اقرار ہیں تو ہم ہیں۔ انکار ہیں تو ہم ہیں

(۱۴) خود کہتے ہیں انا الحق۔ خود پاتے ہیں سزائیں

منصور ہیں تو ہم ہیں۔ اور دار[3] ہیں تو ہم ہیں

(۱۵) اپنے ہی دم سے ساری گلزار کی فضا[4] ہے

گر برگ[5] ہیں تو ہم ہیں۔ گر بار[6] ہیں تو ہم ہیں

(۱۶) جنت جمال اپنا۔ دوزخ جلال اپنا

گر نور ہیں تو ہم ہیں۔ گر نار[7] ہیں تو ہم ہیں

(۱۷) ہر شکل ہے ہماری۔ ہر نام ہے ہمارا

اے مہرا! تم سے ہر جا[8]۔ دو چار ہیں تو ہم ہیں

(۱) انکار کرنے والے یعنی ناستک (۲) قبول کرنے والے یعنی آستک (۳) سُولی (۴) رونق۔ (۵) پتے پھول (۶) پھل کا بوجھ (۷) اگنی (۸) ہر جگہ +

(۳۵۸)

(۱) اپنے دھیان میں جسکے دھیانی ہیں مجنوں

ہوئے گیان پر جسکے گیانی ہیں مفتون

پڑھا ہے جسکا جوگی یتی نے ہے افسوں۔

وُہی آتما سچدانند میں ہوں

(۲) کرم جس کے ملنے کو کرتا ہے کرمی
دھرم جس کے پانے کو دھرتا ہے دھرمی
مرم جانتا ہے فقط جس کا مرمی
وُہی آتما سچدانند میں ہوں

(۳) جسے یگ اور دان سے ڈھونڈتے ہیں
جسے تپ اور گیان سے ڈھونڈتے ہیں
جسے دھارنا دھیان سے ڈھونڈتے ہیں
وُہی آتما سچدانند میں ہوں

(۴) نہ آغاز جس کا نہ انجام جس کا
جہاں دیکھئے جلوہ ہے عام جس کا
ہر اک شکل جس کی۔ ہر اک نام جس کا
وُہی آتما سچدانند میں ہوں

(۵) جسے سُن کے انسان کہتا نہیں ہے
جسے دیکھ کر ہوش رہتا نہیں ہے
جسے پا کے دُکھ کوئی سہتا نہیں ہے
وُہی آتما سچدانند میں ہوں

(۶) زمان و مکاں میں ہُوا جو نمایاں
علل[1] میں چُھپا بن کے علّت جو پنہاں[2]
(۷) غرض جس سے ممکن ہے نیرنگِ امکاں
وُہی آتما سچدانند میں ہوں
(۷) کسی شے کی ہستی نہیں جس سے باہر
ہر اِک نُور جس نُور سے ہے منوّر
جو بے مثل آنند کا ہے سمندر
وُہی آتما سچدانند میں ہوں
(۸) جسے ٹھہر موجُود مانا ہے سب نے
جسے اپنا مقصود مانا ہے سب نے
جسے غیر محدُود مانا ہے سب نے
وُہی آتما سچدانند میں ہوں

(۱) کارنوں میں (۲) جو کارن چھپا ہُوا ہے ؛

## (۳۵۹) غزل

(۱) ہر بار نئی شکل سے عالم میں عیاں ہُوں
ہُوں طفلہ کبھی پیر کبھی۔ گہ جواں ہُوں (ٹیک)
(۲) مسجد میں کبھی ہُوں۔ کبھی بُتخانے میں مسکن[1]
واعظ ہُوں کسی جا پہ۔ کہیں پیرِ مغاں[2] ہُوں
(۳) مثلِ دہنِ[3] یار ہُوں اِک نقطۂ موہُوم[4]
کیا کوئی قضیا[5] ہُوں کہ محتاجِ بیاں ہُوں

(۱) بسنے والا گھر (۲) بڑا مولوی۔ گُرو (۳) یار کے مُنہ کی طرح (۴) وہمی یا فرضی نقطہ (۵) قصہ کہانی

(۴) بنتا ہوں مُصوّر کبھی۔ میں اور کبھی تصویر
گویا[1] ہوں کبھی اور کبھی گونگے کی زباں ہوں

(۵) کہتا ہوں جو منصور کی مانند اناالحق
ہیں ہوش میں اِس وقت اسد[2] اپنے کہاں ہوں

(۱) بولنے والا (۲) تخلص شاعر کا۔

غزل (۳۶۰)

(۱) مجھے بیخودی! تُو نے بھلی چاشنی چکھائی
کسی آرزو کی دِل میں نہیں اب رہی سمائی

(۲) نہ عذر ہے نہ خطر ہے نہ رضا ہے نہ دُعا ہے
نہ خیالِ بندگی ہے۔ نہ تمنّا ہے خدائی

(۳) نہ مقامِ گفتگو ہے نہ محلِ جستجو ہے
نہ وہاں حواس پہنچیں۔ نہ خِرد کو ہے رسائی

(۴) نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے نہ زماں ہے نہ زمیں ہے
دِل بے نوا نے میرے وہاں چھاؤنی ہے چھائی

(۵) نہ وصال ہے نہ ہجراں۔ نہ سرور ہے نہ غم ہے
جسے کہیئے خوابِ غفلت۔ سو وہ نیند مجھکو آئی

## (۳۶۱) غزل

(۱) جدھر دیکھتا ہوں خدا ہی خدا ہے　خدا سے نہیں چیز کوئی جدا ہے
(۲) جو اوّل اور آخر خدا ہی خدا ہے　تو اب بھی وہی کون اسکے سوا ہے
(۳) ہے آغاز و انجام زیور کا زر میں　میاں میں نہ ہرگز وہ غیرِ طلا ہے
(۴) وہی آپ ہر ایک صورت میں آیا　کہیں آب و آتش۔ زمیں و ہوا ہے
(۵) خدا میں دوئی کو جو دنیا دخل ہے　وہی کافر و منکر۔ اہلِ خلا ہے
(۶) کہاں اسکو دور اور جدا ڈھونڈتے ہو　ہمیشہ ہے حاضر۔ نہ ہرگز چھپا ہے
(۷) جسے تم سمجھتے ہو دنیا اے غافل!　یہ کل حق ہی حق نہ جدا نہ ملا ہے
(۸) صفاتی یقیں سے ہٹا دل کو دیکھو　یہی ایک ذاتِ خدا جا بجا ہے
(۹) یہی چیز ذاتی۔ یہی ہے صفاتی　صرف اک نقیض[۱] میں دو ہو رہا ہے
(۱۰) نظر آتی ہیں مختلف صورتیں گو　مگر روئے معنی سے سب ایکتا ہے
(۱۱) ہر ایک چیز ہستی میں اپنی ہے قائم　نہیں پیدا ہوتا نہیں کچھ فنا ہے
(۱۲) نہیں ہوتا ہر گز فنا کا فنا بھی　ہوا اس سے ثابت بقا ہی بقا ہے
(۱۳) دھرم[۳] داس سمجھے گا وہ بات میری　دوئی سے کیا جسنے دل کو صفا ہے

(۱) بیچ میں سوائے سونا کے کبھی نہیں (۲) آپا دھی۔ (۳) شاعر کا نام ہے۔

## (۳۶۲) راگ بھوپال۔ تال دادرا

(۱) آزادہ ام آزادہ ام از رنج دور افتادہ ام

از عشوۂ زالِ جہاں آزادہ ام بالاستم

(۲) تنہاستم تنہاستم چہ بوالعجب تنہاستم
جز من نباشد ہیچ شے یکتاستم تنہاستم

(۳) چوں کار مردم میکنند - از دست و پا حرکت کنند
بیکار ماندم - جائے حرکت ہم منم ہرجاستم

(۴) از خود چہا بیروں جہم - گوء من کجا حرکت کنم
از بہر چہ کارے کنم من رُوح مطاہاستم

(۵) چہ مفلسم چہ مفلسم با خود نمیدارم چوے
انجم جواہر - مہر - زر - جملہ منم یکتاستم

(۶) دیوانہ ام دیوانہ ام - با عقل و ہش بیگانہ ام
بیہودہ عالم میکنم - ایں کردم و من خاستم

(۷) مزود شد مردود چوں ؟ بودش نگہ محدود چوں
مارا تکبرّ کے سزد چوں کبریا ہرجاستم

(۸) طالب مکن توہینِ من در خانہ ات راہم است بیں
رو نافتی از من چرا ؟ در قلب تو پیداستم

مطلب - (۱) میں آزاد ہوں میں آزاد ہوں اور رنج و غم سے دور ہوں
جہان رُوپی بڑھیا کے نخرے و ٹخرے سے آزاد اور برطرف ہوں -

(۲) میں اکیلا ہوں - میں اکیلا ہوں! کیسے تعجب کی بات ہے کہ میں اکیلا ہوں - میرے سوا کسی چیز کی ہستی نہیں ہے - میں یکتا اور واحد مطلق ہوں یعنی میں وہ یکتا وحدہٗ لاشریک ذاتِ مطلق ہوں کہ میرے سوا کسی چیز کی حقیقی ہستی ہی نہیں ہے +

(۳) جب تمام آدمی کام کرتے ہیں - اور ہاتھ پاؤں کو حرکت دیتے ہیں تو میں بیکار رہتا ہوں - کیونکہ منبع حرکت میں ہوں - یعنی تمام عالم میرے ہی سے متحرک ہے اور میں ہی سب کا منبع حرکت ہوں +

(۴) میں اپنے سے باہر کہاں جاؤں - اور بتاؤ کہ میں کہاں حرکت کروں اور کس لئے کوئی کام کروں - کیونکہ تمام مطلب اور مقصدوں کی جان میں ہی ہوں -

(۵) میں کیا مفلس ہوں میں کیا مفلس ہوں! کہ اپنے ساتھ ایک جَو بھی نہیں رکھتا ہوں - مگر ستارے - جواہرات اور زر (سونا) اور آفتاب خود میں ہوں اور یکتا ہوں +

(۶) میں ایسا پاگل اور بے خود ہوں کہ عقل و ہوش سے واسطہ نہیں رکھتا - بے فائدہ میں اس جہان کو پیدا کرتا ہوں اور پیدا کرتے ہی اس سے علیحدہ ہو جاتا ہوں +

(۷) نمرود کیوں ذلیل ہوا؟ اس لئے کہ اسکی نگاہ محدود تھی - میں ایسا

تکبر کب زیب دیتا ہے۔ کیونکہ میں کبریا (مولا) کی طرح ہر جگہ سمایا ہوا ہوں
بھلا مجھے تکبر کیوں ہو۔ جبکہ ہر جگہ میں ہی سب سے بڑا ہوں ؞

(۸) اے طالب! میری توہین (بے عزتی) نہ کر۔ دیکھ کہ تیرے گھر میں رام سمایا ہوا ہے۔ تو نے مجھ سے منہ کیوں پھیر لیا؟ میں تو تیرے قلب میں ظاہر ہوں۔ یعنی دل کے اندر بیٹھا ہوا ہوں ؞
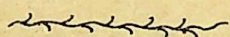
(۳۶۳) راگ بھوپالی۔ تال دادرا

(۱) زالِ جہاں شنو سخن عشوۂ ناز کی مکن
دل بتو نیست مبتلا۔ تن تلملا تلا تلا

(۲) مست و خراب میروم فکرِ جہاں نمیخورم
بیم ندارم از بلا۔ تن تلملا تلا تلا

(۳) راہِ بقا ہمیروم چوں شہ چرخ مُفردم
غم نخورم زمانہ را۔ تن تلملا تلا تلا

**مطلب۔** (۱) اے جہان کی بڑھیا (جہان کو بڑھیا بتایا گیا ہے) میری بات سن اور نخرہ نہ کر۔ میرا دل تیرے اندر مبتلا نہیں ہے۔ (تن تلملا تلا تلا سارنگی کا سُر یعنی مستی میں آکر یہ شعر سُر کے ساتھ گایا جا رہا ہے۔

(۲) میں مست اور دیوانہ بن کر پھرتا ہوں۔ اور جہان کا غم نہیں رکھتا۔ مجھے دکھ

سے کچھ خوف نہیں (تن تلملا تلا تلا)

(۳) میں بقا کے راستے پر چلتا ہوں - اور آسمان کی بادشاہی کی مانند واحد ہوں - مجھے زمانہ کا ذرا فکر نہیں (تن تلملا تلا تلا)

(۳۶۴) ٭ غزل راگ بھوپالی - تال وادرا

(۱) صد شکر گویم ہر زماں ہم چنگ را ہم جام را
کایں ہر دو بُردند از میاں - ہم ننگ را ہم نام را

(۲) دل تنگم از فرزانگی دارم سرِ دیوانگی
کز خود دہم بیگانگی - ہم خاص را ہم عام را

(۳) چوں مُرغ پرد از قفس دیگر نغیند بشید زکس
بیند مُبارک پیش و پس - ہم دانہ را ہم دام را

(۴) اَے جاں تو گر ہمت کنی دل از دو عالم بر کنی
یکبارہ از ہم بشکنی - ہم پختہ را ہم خام را

**مطلب** (۱) میں چنگ اور پیالہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - کیونکہ اِن دونوں نے شرم و حیا کو میرے درمیان سے بالکل ہٹا دیا -

(۲) میرا دل عقل سے تنگ ہے - کیونکہ میرے دماغ میں مستی اور پاگل پن

**نوٹ** - یہ غزل سوامی جی نے اپنے والد صاحب کو اُنکے خط کے جواب میں لکھی تھی

سمایا ہُوا ہے۔ اور خاص و عام کو میں اپنے سے بیگانہ سمجھتا ہُوں۔

(۳) جب پرندہ جال سے اُڑ جاتا ہے تو پھر کسی سے نہیں ڈرتا ہے۔ اور وہ جال اور والے کو آگے پیچھے مبارک سمجھتا ہے ::

(۴) اَے جان اگر تُو ہمت کرے تو میرے دل کو دونوں جہان سے ہٹا دیوے۔ اور کچے پکّے کو بالکُل توڑ ڈالے (یعنی خواہشات کا ناش کرے)
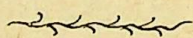
## (۳۶۵) غزل بھیروی۔ تال تین

(۱) چہ تدبیر اَے مُسلماناں کہ من خود را نمیدانم
نہ ترسا و یہوُدیم نہ گبرم نہ مسلمانم

(۲) نہ شرقی ام نہ غربی ام نہ بحریم نہ بّریم
نہ از مُلکِ عراقی ام نہ از خاکِ خراسانم

(۳) نہ از خاکم نہ از آبم نہ از بادم نہ از آتش
نہ از آدم نہ از حوّا نہ از فردوسِ رضوانم

(۴) مکانم لامکاں باشد۔ نشانم بے نشاں باشد
نہ تن باشد نہ جاں باشد نہ باشد عشقِ جانانم

(۵) دُوئی را چوُں بدر کردم۔ یکے دیدم دو عالم را
یکے بینم یکے گویم۔ یکے دانم۔ یکے خوانم

59

(۶) ھوالاوّل۔ ھوالآخر۔ ھوالظاہر۔ ھوالباطن

بغیر از ہُو و یا من ہُو۔ دِگر چیزے نمیدانم

(۷) الا اے شمس تبریزی چرامستی دریں عالم

بجُز مستی و مدہوشی ندارم ہیچ سامانم

**نوٹ**۔ یہ غزل شمس تبریزی کی بڑی لمبی ہے۔ مگر یہاں اُتنی ہی مختصر دی گئی ہے۔ جو سوامی جی نے انتخاب کرکے اپنی نوٹ بک میں درج فرما رکھی ہے

**مطلب**۔ (۱) اَے مسلمانو! مجھے کوئی تدبیر بتاؤ کیونکہ مَیں اپنے آپکو نہیں جانتا ہُوں۔ نہ مَیں عیسائی ہُوں نہ یہودی نہ آتش پرست اور نہ مُسلمان ہُوں +

(۲) نہ مَیں مشرق کا رہنے والا ہُوں نہ مغرب کا۔ نہ تری کا ہُوں۔ نہ خُشکی کا۔ اور نہ مُلکِ عراق اور خراسان کی سرزمین کا ہُوں۔

(۳) پانی۔ مٹی۔ ہَوا۔ اور آگ کا بھی بنا ہُوا نہیں ہُوں (یعنے جن اربعہ عناصر سے جہان کی تمام چیزیں بنتی ہیں مَیں اُن کا بنا ہُوا نہیں ہُوں) نہ آدم سے پیدا شُدہ ہُوں نہ حوّا سے اور نہ بہشت بریں کا ہُوں +

(۴) میرا مکان لامکان ہے اور میرا نشان بے نشان ہے نہ میرا بدن ہے نہ میری جان ہے۔ نہ مجھے کسی پیارے کی محبّت ہے۔

(۵) جب دُوئی کو مَیں نے اپنے اندر سے نکال دیا تو دونوں جہانوں کو

کو مَیں نے ایک ہی دیکھا۔ اب میں ایک ہی دیکھتا ہُوں ایک ہی کہتا ہُوں۔ ایک ہی پڑھتا ہُوں اور ایک ہی جانتا ہُوں ÷

(۶) مَیں اوّل و آخر ظاہر و باطن میں وُہی ذاتِ مُطلق ہُوں اور سوائے ذاتِ مُطلق کے مَیں اور کچھ نہیں جانتا ہُوں ÷

(۷) اَے شمس تبریز تُو اِس جہان میں کیوں دیوانہ ہو رہا ہے؟ صرف اِس لیئے کہ میرے پاس سوائے مستی اور مدہوشی کے اور کوئی سامان نہیں ہے ÷
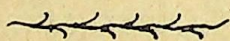
(۳۶۹) غزل بھیروی تال تین

(۱) اَے عاشقاں اَے عاشقاں من عاشقِ یکتاستم
عِشقم چو بر سر میزند من والہ و شیدا ستم

(۲) من عاشقِ یکتاستم من والہ و شیدا ستم
اینجاستم۔ آنجاستم۔ ہم زیر و ہم بالاستم

(۳) عالم منوّر شُد ز من۔ آدم مصوّر شُد ز من
ہم عالم و ہم فاضلم ہم قاضی القضاستم

(۴) زیں خاک بیروں آمدم۔ سرمست مجنوں آمدم
دانی کہ من چُوں آمدم۔ افزُوں شُدم نہ کاستم

(۵) عالم نبُود و من بُدم ۔ آدم نبود و من ہم
آں نورِ وحدت من بُدم ۔ ہم خضر و ہم الیاستم

(۶) ہم دوزخ و میزاں منم ۔ ہم جنّت و حوراں منم
ہم مالکِ دُنیا منم ۔ ہم حاکمِ عُقباستم

(۷) زاہد بیا زاہد بیا! تا زُہد آموزامت
ہم زاہد و ہم عابدم ۔ ہم رِند بے پرواستم

(۸) در کارِ بیکاراں منم ۔ ہم دردِ بیماراں منم
سُودِ خریداراں منم ۔ ہم گوہرِ دریاستم

(۹) اَے شمس دیں اَے شمس دیں روشن ز تو رُوئے زمیں
در زیر و در بالا منم پنہانم و پیداستم

مطلب ۔ (۱) اَے عاشقو اَے عاشقو! میں عاشقِ یکتا ہُوں ۔ میرے اندر عشق (پریم) جب اُٹھتا ہے تو شیدا و فریفتہ ہو جاتا ہُوں ۔

(۲) مَیں یکتا عاشق اور والہ شیدا ہُوں ۔ یہاں وہاں اُوپر نیچے سب جگہ مَیں ہُوں ÷

(۳) جہان میرے سے منوّر ہوئے ۔ اور آدم کا مجھ سے ظہور ہُوا ۔ عالِم فاضل اور قاضیوں کا قاضی مَیں ہُوں

(۴) اِس زمین سے جب مَیں باہر نکلا (جب میں ظہور پذیر ہُوا) تو میں مست

(مولا نکلا) مجھے کیا خبر ہے کہ میں گھٹا یا بڑھا۔

(۵) جان نہیں تھا میں نہ تھا۔ آدم نہیں تھا میں تھا۔ وہ وحدت کا نور میں ہوں

حضرتِ خضر و حضرتِ الیاس میں ہی ہوں۔

(۶) دوزخ و میزانِ عدل اور جنت و حور (اپسرا) میں ہوں۔ دُنیا کا مالک و

عاقبت کا حاکم بھی میں ہوں۔

(۷) اے زاہد! اِدھر آ تاکہ میں تجھے پرہیزگاری سکھاؤں۔ زاہد و عابد اور

رند بے پروا بھی میں ہوں۔

(۸) بیکاروں کا مقصد میں ہوں۔ بیماروں کا درد میں ہوں۔ خریداروں کا

فائدہ میں ہوں۔ دریا کا موتی میں ہوں۔

(۹) اے شمس الدین اے شمس الدین! تیرے سے روئے زمین روشن ہے۔ اوپر

نیچے، ظاہر اور پوشیدہ میں ہوں۔

(۳۶۷)
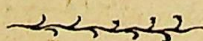
(۱) خلق منم خانہ منم دام منم دانہ منم — عاشقِ دیوانہ منم دور مشو دور مشو

(۲) کعبۂ اسرار منم و خرقۂ دستار منم — راہبِ زنار منم دور مشو دور مشو

(۳) شام منم روز منم عشقِ جگرسوز منم — شمعِ شب افروز منم دور مشو دور مشو

(۴) ذکر منم آہ منم صاحبِ درگاہ منم — غافل و آگاہ منم دور مشو دور مشو

| | |
|---|---|
| قال منم حال منم دال منم ذال منم | واقفِ آحوال منم دُور مشو دُور مشو |
| (۶) شمسِ شکرریز منم مفخرِ تبریز منم | صبحِ سحرخیز منم دُور مشو دُور مشو |

مطلب - (۱) خلقت اور گھربار اور جال اور دانہ میں ہوں - دیوانہ عاشق بھی میں ہی ہوں - مجھ سے مطلق دُور (الگ) مت ہو - (یعنی میں تیری محبت میں ایسا مستغرق ہوا ہوں کہ تیرے سوا کچھ نہیں سوجھتا اب اے مطلوب! تیری علیحدگی کس لئے ہو - یہ حالتِ طالب کی فنا فی اللہ کے درجے کو پہنچ گئی ہے) +

(۲) بھیدوں کا کعبہ گدڑی - پگڑی اور زُنّار (جینو) کا پیشوا میں ہوں مجھ سے بالکل علیحدگی اختیار نہ کر) +

(۳) شام - دن - جگر سوز عشق - اور رات کی روشن کرنے والی شمع میں ہوں مجھ سے علیحدگی اختیار مت کر

(۴) ذکر - آہ - صاحبِ درگاہ - مدہوش اور ہوشیار میں ہوں - مجھ سے دُور مت ہو - دُور مت ہو -

(۵) قال حال - دال ذال - اور جملہ حالات سے واقف کار میں ہوں - مجھ سے دُور مت ہو - دُور مت ہو +

(۶) شکر بکھیرنے والا دشیریں گو) شمس میں ہوں - تبریز کا جائے فخر میں ہوں - اور صبح سحرخیز (علی الصباح اٹھنے والوں کی صبح میں ہوں)

مجھ سے دُور مت ہو۔ مجھ سے دُور مت ہو +

## غزل (۳۶۸)
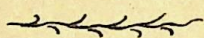
(۱) من نہ پیرم نہ مُریدم بابا — پس ازیں قید رہیدم بابا
(۲) قِلّت و کثرتم از یاد برفت — تاکہ باصرف رسیدم بابا
(۳) ہمہ او بود نہ من در من وبس — اصلِ خود را چو بدیدم بابا
(۴) عینِ او یافتہ ام اشیارا — پردۂ شرک دریدم بابا
(۵) دین و دُنیا و دل وجاں دادم — وحدتِ صرف خریدم بابا
(۶) عینِ عین ست ولی می بینم — غیر غیری نشنیدم بابا

مطلب (۱) اے بابا نہ مَیں گورو ہُوں نہ چیلا۔ اِس قید سے بالکل چھوٹا ہُوا ہُوں۔

(۲) اے بابا! کمی و کثرت مجھے بالکل اِس لئے بھول گئے ہیں کہ محض مَیں ذاتِ مُطلق سے ملحق رہُوں +

(۳) اے بابا! جب سے مَیں نے اپنی اصلِ ذات کو پہچان لیا ہے اُسی وقت سے میرے اندر وہی سما گیا ہے۔ اور مَیں اپنے تئیں بالکل بھول گیا ہُوں +

(۴) اَے بابا جب مَیں نے شرک کا پردہ پھاڑ ڈالا - تو جملہ اشیاء کو محض ذاتِ مطلق پایا ۞

(۵) اَے بابا مَیں نے صرف ذاتِ مطلق کو خرید لیا - اور اُس کے بدلے دین و دُنیا اور دل و جان کو دیدیا ۞

(۶) اے ولی مَیں صرف عین ذاتِ مطلق کو دیکھتا ہوں اور اُس کے سوا مَیں نے کسی کو نہیں شناخا ۞

(۳۶۹)
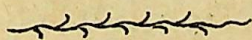
(۱) اے طالباں اے طالباں من با شما ہر جاستم
ہم جلوہ گر در دیدہ ہا ہم مُضمرِ دِلہاستم

(۲) ایں دُوری و مہجُوری ہم از وہمِ پندارِ شُماست
دُر نیستم خود با شما دریا و موج آساستم

(۳) با حُسنِ خود در باختم من نزدِ عشقِ عاشقی
ہم لیلیٰ و مجنوں منم - ہم وامق و عُذراستم

(۴) گاہِ نیاز ایمانِ من گہ بے نیازی شانِ من
ایں ہر دو می زیبد بمن - ہم بندہ و مولاستم

(۵) ہم صورتِ ناسُوتیم - ہم معنٔے لاہُوتیم

پنہاں تر از پنہاں وہم۔ پیدا تر از پیدا استم

(۶) برعکس رسم ایں جہاں در پردہ می باشم عیاں

چندانکہ بے پردہ شدم از پردہ اخفاستم
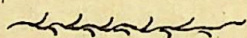
مطلب۔ (۱) اے طالبو اے طالبو! میں ہر جگہ تمہارے ساتھ ہوں۔
تمہاری آنکھوں میں جلوہ گر اور دل میں پوشیدہ ہوں +

(۲) یہ دوری اور علیحدگی تمہاری سمجھ کے پھیر کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے
میں تم سے ہرگز علیحدہ نہیں ہوں۔ بلکہ دریا اور دریا کی لہروں کی مانند
ہوں یعنی جیسے دریا کی لہر اور دریا میں اصل میں کوئی جدائی نہیں۔ اسی
طرح اے طالبو! میں تم سے مطلق جدا نہیں ہوں۔

(۳) میں عاشق ہونے کی محبت میں اپنے ہی حسن پر ہنسا۔ ورنہ لیلی۔ مجنوں
وامق۔ عذرا (یعنی عاشق و معشوق) میں ہی ہوں +

(۴) کبھی میں نیازمند ہوں۔ کبھی بے نیاز (لا احتیاج و لاضرورت) یہ دونوں باتیں
مجھے زیب دیتی ہیں (یعنی بھلی معلوم ہوتی ہیں) میں بندہ اور مالک ہر دو ہوں

(۵) عالم خواب اور عالم لاہوت (ذات میں غرق ہونا) میں ہوں۔ اور نہایت پوشیدہ
اور بالکل ظاہر ہوں +

(۶) اِس دنیا کے دستور کے برخلاف باوجود پردہ میں چھپنے کے عیاں (ظاہر)

ہوتا ہوں۔ اور جتنا کہ میں بلا پردہ (ظاہر) ہوں اُتنا ہی پوشیدگی کے پردے میں (پوشیدہ) ہوں ۔

---
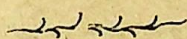
(۳۷۰)

(۱) مرا کہ ذات نباشد صفات کے باشد
صفاتِ ذات کسے را بذات کے باشد

(۲) کسے کہ ہستئ خود را نکردہ است ہلاک
بروزِ حشر ز اہلِ نجات کے باشد

(۳) مرا کہ عین صیام صیام کے زیبد
مرا کہ عین صلاتم ۔ صلات کے باشد

(۴) مرا کہ ہر دو جہاں جامِ بادۂ عشق ست
نظر بہ کعبہ و لات و منات کے باشد

(۵) وجودِ شمس نہ گنجد بہ تنگنائے جہاں
کہ بے جہات مقیم جہات کے باشد

مطلب۔ (۱) میری کوئی ذات نہیں تو صفات کیسے ہو۔ اور کسی کی ذات کی صفتیں ذاتِ خود کیسے ہو سکتی ہیں؟

(۲) جس شخص نے کہ اپنی ہستی کو ہلاک نہ کیا ہو وہ حشر کے دن نجات یافتہ

(ناجی) کب ہوسکتا ہے۔ یعنی جو شخص کہ جسم رُوپی ہستی (آہنکار۔ خودی۔ اور خواہشات) کا بالکل ناش نہ کرے گا وہ کبھی مکت پُرش نہ ہو سکے گا

(۳) میں تو عین روزہ رُوپ ہوں۔ مجھے روزہ رکھنا کب زیب دیتا ہے۔ اور جب میں خود نماز رُوپ ہوں تو مجھے نماز پڑھنے کی ضرورت کب ہوسکتی ہے؟

(۴) جبکہ دونوں جہاں میرے عشق (پریم و محبت) کی شراب کے پیالے ہیں۔ تو کعبہ اور لات و منات (دو بتوں کے نام) ان جملہ پرستشگاہوں پر میری نگاہ کب ٹھہر سکتی ہے؟

(۵) اس جہان کی تنگ گلی میں شمس کی ہستی نہیں سما سکتی۔ کیونکہ جو بے جہات (بر طرف از جملہ اطراف ہو) وہ ان اطراف کے حدود میں کیسے رہ سکتا ہے؟ مطلب یہ کہ جسکی ہستی لامحدود ہو وہ اطراف سے محدود کیونکر ہو سکتا ہے

## غزل (۳۷۱)

| | |
|---|---|
| (۱) مرا گوئی گدائی من چہ دانم | چنیں مجنوں چرائی من چہ دانم |
| (۲) منم در موج دریاہائے عشقت | مرا گوئی کجائی من چہ دانم |
| (۳) مرا گوئی چو مشتاقِ تو ام من | چرا از من جدائی من چہ دانم |
| (۴) مرا گوئی بیا بر تخت بنشیں | چو با تاج و لوائی من چہ دانم |
| (۵) شبے بربود ناگاہ شمس تبریز | زمن یکتا جدائی من چہ دانم |

مطلب۔ تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو فقیر ہے؟ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اور

اگر اس کا سبب پوچھتا ہے کہ تو ایسا مجنون (دیوانہ حقیقی) کیوں بن رہا ہے تو مجھے کچھ معلوم نہیں۔ یعنی مجھے اپنی فقیری اور دیوانے پنے کی مطلق خبر نہیں۔

(۲) میں تیرے عشق کی دریا کی لہروں میں بہا ہوا ہوں۔ اور پھر تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو کہاں ہے؟ اسکی بھی مجھے کچھ معلوم نہیں۔ یعنی یار حقیقی کے پریم میں اتنا غرق ہوا ہوں کہ اپنی ہستی کی مطلق خبر نہیں رکھتا ہوں

(۳) جب تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ میں تیرا مشتاق ہوں۔ اور تو مجھ سے کس لئے جدا ہے۔؟ تو میں کہتا ہوں کہ اس بات کی بھی مجھے کچھ خبر نہیں ⁂

(۴) تو مجھے کہتا ہے کہ آ اور تخت پر بیٹھ جا۔ چونکہ تو تاج اور جھنڈا (شاہِ حقیقت) رکھنے والا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس بات کی مجھے مطلق خبر نہیں

(۵) ایک رات شمس تبریز اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے یکتا کیا تو مجھ سے جدا ہے۔ اس نے جواب دیا مجھے کچھ خبر نہیں۔

مطلب یہ کہ حد درجے کی بیخودی اور فنافی اللہ کی حالت ہو رہی ہے۔ جس سے اپنے پرائے کی خبر ہی نہیں ⁂

## آزادی

### (۲۷۴) غزل
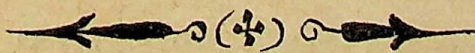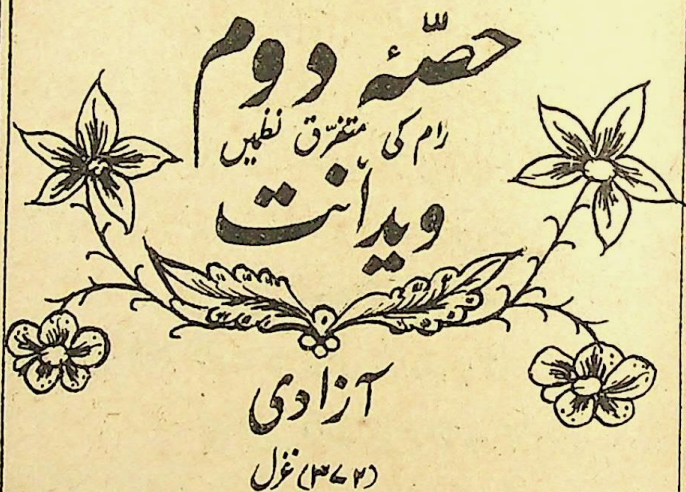
جل ہے آزادی ! خوشی کی رُوح اُمیدوں کی جاں
مُلبلہ ساں دم سے تیرے پیچ کھاتا ہے جہاں

(۲) مُلکِ دُنیا کے تیرے بس اِک کرشمہ پر لڑے
خوُن کے دریا بہائے نام پر تیرے مرے

(۳) ہائے حکمتِ رنگکاری ہائے آزادی نجات !
مقصدِ جملہ مذاہب ہے فقط تیری ہی ذات

(۴) اُنگلیوں پر بچّے گِنتے رہتے ہیں ہفتے کے روز
کتنے دِن کو آئیگا یک شنبہ آزادی فروز

(۵) رم برانڈی کے مقیّد سچّی آزادی سے دُور

ہو گئے نشّے پہ لٹّو بہر آزادی سُرور

(۶) صاحبو! یہ نیند بھی میٹھی نہ لگتی اسقدر

قیدِ تن سے دو گھڑی دیتی نہ آزادی اگر

(۷) قید میں پھنسکر تڑپتا مُرغ ہے حیران ہو

کاش! آزادی ملے تن کو نہیں تو جان کو

(۸) لمحہ جو لذّت مزے کا تھا وہ آزادی کا تھا

سچ کہیں لذّت مزا جو تھا وہ آزادی ہی تھا

(۹) کیا ہے آزادی! جہاں جب جیسا جی چاہے کریں

کھانا پینا عیش گلچھروں میں سب دن کاٹ دیں

(۱۰) راگ شادی ناچ عِشرت جلسے زنگا رنگ کے

بنگلے۔ باغات۔ عالی۔ یورپین ڈھنگ کے

(۱۱) قطع ٹوپی کی نئی۔ فیشن نرالا بُوٹ کا

دلکش و بے داغ کھُلنا بدن پر وہ سُوٹ کا

(۱۲) دِل کو رنگت جسکی بھائے شادی بے کھٹکے کریں

دھرم کی آئین۱ پیچھے طاق پر تہ کر دھریں

(۱۳) بگھیاں فیٹن کے آگے۔ کوچباں کا پوش پوش

ابلقوں کا بڑھ نکلنا ہنہنانا جوش جوش



(۱) حکم۔ قانون۔ اجازت ۔

(۱۴) کوٹ پہناتا ہے نوکر جُوتہ پہنائے غلام
ناک چڑھاتا ہے آقا۔ وہ جلد بے! ...ٗ حرام

(۱۵) مُنہ میں غٹ غٹ سوڈا واٹر۔ یا سگاروں کا دُھواں
ضعف کی دِل میں شکایت رام کی اب جاء کہاں

(۱۶) کیا یہ آزادی ہے؟ ہائے یہ تو آزادی نہیں
گوئے۲ چوگاں کی پریشانی ہے آزادی نہیں

(۱۷) اسپ ہو آزاد سرپٹ قید ہوتا ہے سوار
اسپ ہو مُطلق عناں حیران رونا ہے سوار

(۱۸) اِندریوں کے گھوڑے چھوٹے باگ ڈوری توڑ کر
وہ مرا وہ گر پڑا اسوار سر مُنہ پھوڑ کر

(۱۹) تازی توسن تُند خوء پر دست و پا جکڑے کڑے
بے اڑا گھوڑا اُٹھے۳ زپا جان کے لالے پڑے

(۲۰) جانِ من آزاد کرنا چاہتے ہو آپ کو
کر رہے آزاد کیوں ہو آستیں کے سانپ کو

(۲۱) ہاں وہ ہے آزاد جو قادر ہے دِل پر جسم پر
جس کا من قابُو میں ہے قُدرت ہے تنگل واہم پر

(۱) نطفہ (۲) کھیلنے کی گیند (۳) تُند خو گھوڑے کا نام جو بے لگام ہو جیسے ہزاروں نقصان کا باعث ہو

(۲۲) گیان سے ملتی ہے آزادی یہ راحت سربسر
وار کر پھینکوں میں اِس پر دو جہاں کا مال و زر

## ویدانت عالمگیر

(۳۷۳)

گر کمشنر ہو لاٹ صاحب ہو
یا کوئی اور غیر صاحب ہو

ہر کوئی اُس تلک نہیں جاتا
ادھکاری ہی ہے دخل پاتا

لیک جب اپنے گھر میں آتا ہو
کون ہے اُسوقت جو مانع ہو

جب کوئی اپنے گھر کو آتا ہے
حیف اُس پر ہے روکتا جو ہے

ہو جو ویدانت غیر سے باری
تب تو کہنا بجا تھا ادھکاری

یہ تو جی اپنے گھر کی وِدّیا ہے
پانا اسکو تو فرض سب کا ہے

مَیں ہُوں خود برہم یہ کرو ابھیاس
مَیں نہیں جسم وہم تو کرو ناس

مَیں ہوں بے لوث پاک اعلیٰ ذات
جہل کی ہو کبھی نہ جس میں رات

مَیں ہوں خورشید نیر انور آپ
مَیں تھا برہما کا باپ سب کا باپ

وید ہے میرا ایک خرّاٹا
بھید دُنیا کا میرا خرّاٹا

رام کہتا نہیں ہے سیکنڈ ہینڈ
وہ تو خود ہے شُرتی نہ سیکنڈ ہینڈ

وہ جو کمزور آپ ہوتے ہیں
لُقمۂ تین تاپ ہوتے ہیں

ہوں نہ پڑھانے کے جو ادھکاری
اُنکو ملتا نہیں ہے ادھکاری
(۲) اِک دفعہ دیو رشی نارد نے
رحم کر خوک[1] سے کہا اُسنے
چل تجھے لے چلیں گے ہم بیکنٹھ[2]
لیلا اوبُہت بچترہے بیکنٹھ
خوک بولا غضب ہے تب نادان!
کیا مجھے مل سکے گا کیچڑ واں
جب رشی نے کہا "نہیں یہ تو"
خوک بولا "میں جاؤں کاہیکو
یہ نہ سمجھا وہاں جو جاؤں گا
جسم بھی، تو نیا ہی پاؤں گا

حبس دُنیا کے پیارے شہتیران
اے ستھ نہائے دُنیا یا بہتان
تم نہ جی میں ذرا بھی گھبراؤ
کھٹکا مطلق نہ دل میں تم لاؤ
ہائے بیدانت کیا ہی کرد یگا
زیر کردے گا زبر کرد یگا
تم رکھو اپنے جی میں اطمینان
شک نہیں اس میں اکرتی بھرجان
گر عوارض ترے بدل دیگا
ساتھ تم کو بھی اور کردے گا
لوٹنا چھوڑیئے گا کیچڑ میں
جعلسازی میں جھوٹ کی جڑ میں
خاک دُنیا کی مت اُڑائے گا
اصل اپنا نہ بھول جائیگا
میں ہوں یہ جسم فحش بولی ہے
سوانگ چھوڑو ستم یہ ہولی ہے

(۱) سوُر (۲) بہشت ؎

مصر کی کھودیں جو مینا ریں — ہائے مُردوں بھریں وہ مینا ریں

ممّی[۱] مُردے اُنھوں میں رکھے تھے — ایسی ترکیب و عقلمندی سے

گو ہزاروں برس بھی ہوں بیتے — مُردے آتے نظر ہیں جُوں جیتے

پیارے بھارت کے ہندو باشندو! — غُصّہ مت کرنا زاہد و رندو

جی رہے ہو کہ مر گئے ہو تُم — ممّی مینار بن گئے ہو تُم

جیتے تم تھے رشی مُنی تھے جب — ممّی کیوں ہو ہزار سال کے اب

کیوں ہو زندہ بدستِ مُردہ آپ — نام روشن ڈبویا اُن کا آپ

وہ تو جیتے تھے تُم بھی جی اُٹھو — مُردہ بچّے نہ اُنکے ہو بیٹھو

نام تو لے رہے ہو بیاس کا تُم — کام کرتے ہو ادنیٰ داس کا تُم

بیٹا وُہ ہی سپُوت ہوتا ہے — باپ سے بڑھ کے پُوت ہوتا ہے

چھوڑ دو نام لینا رشیوں کا — خود رشی ہو اگر نہ اب بننا

جب یہ کہتا ہے ایک نالایق — پھر گو میرا بُزرگ تھا لائق

پھر گو منسوب اُس سے ہوتا ہے — شرم سے عرق عرق روتا ہے

دُکھ مت دو اُنہیں سناؤ مت — شرم سے سرنگوں بناؤ مت

نام لیوے عجب ملے ایسے — دھبّے یہ نام کو لگے کیسے

ق

مونچھ ڈاڑھی لگا کے بڈّھے کی — بچّہ بُوڑھا نہیں کبھی ہو گا

(۱) اُن مُردوں کو کہتے ہیں جو ملک مصر کی قبروں کے کھودے جانے سے نکلے ہیں ۔

اُسکو واجب ہے تربیت پائے | وقت پر یوں بزرگ ہی ہوگا
اُنکی ڈاڑھی لگایا چاہتے ہو | تربیت سے گریز کرتے ہو
ہے مناسب بزرگ کی تعظیم | خندہ آور نہ چاہیئے تکریم
بڈھا کھاتا ہے کھچڑی پتلی روز | نقل سے کب جواں ہو [1]پیروز
پیارے بنیئے گا آپ زندہ پیر | اُن بزرگوں کی مت بنو تصویر
نقش جب ہے اُتارتا نقاش | تکتا رہتا ہے اصل کو نقاش
نقش یہ گرچہ بادشاہ کا ہو | پھر بھی مُردہ ہے خواہ کسی کا ہو
فعل اطوار رشیوں منیوں کے | رشی تم کو بنا نہیں سکتے
عمل ظاہر جو اُنکو زیبا تھے | وقت تھا اور اور ہی دن تھے
جسم اُنکے تھے جو اُنہیں سکے تھے | وہ تمھارے کبھی نہیں ہونگے
کرکے تقلید تم بنا ہی لو | صورتِ شیر نعرہ کیونکر ہو
آؤ تجویز ایک بتلائیں | رشی بننے کی بات جتلائیں
دیہہ شوکھشم گو اور کارن کو | چیر کر چڑھیئے مہرِ [2]روشن کو
چڑھیئے اُوپر کو اصل اپنی کو | زندگی تم میں بھی رشی کی ہو
مہر روشن جو آتما ہے ترا | یہی باشسٹ کرشن رام کا تھا
اُس میں نشٹھا نشست کر محتار | چھوڑیئے ذکر و فکر سب بیکار

(۱) بوڑھا (۲) آتم نشٹھا +

نقل مت کیجے فعل بیرونی
آتما ایک ہی ہے اندرونی

برہمنو! آپ سیکھ لو وِدیا
پھر یہ گھر گھر پھرو پڑھانے جا

اور قومیں تمہارے بچے ہیں
گر شکایت کریں وہ سچے ہیں

جبر سے قہر سے محبت سے
گیان دیجے انہیں مروت سے

وقت اُپدیش کو اگر دو گے
تو ہی قائم سروپ میں ہو گے

گنگا ہر وقت بہتی رہتی ہے
صاف نرمل جبھی تو رہتی ہے

کانٹے بوتا ہے جھوٹے ہو جیسے
یاد رکھنا ہے موت ہی اس میں

## گیان کے بدون شدھی ناممکن ہے

(۳۷۵)

پدرِ مجنوں نے پدرِ لیلیٰ سے
گریہ زاری سے آ کہا اُس نے

میری ساری ریاستیں لیجے
عمر بھر تک غلام کر لیجے

میرے لڑکے کو لیلیٰ جادو چشم
دیجیے چھوڑ دیجیے آخر خشم

پدرِ لیلیٰ نے پھر محبت سے
یوں کہا پیار ہی کا دم بھر کے

میں تو حاضر ہوں لیلیٰ دینے کو
عذر کوئی بھی ہے نہیں مجھ کو

پر وہ آخر جگر کا ٹکڑا ہے
نہ وہ پتھر شجر کا ٹکڑا ہے

وہ بھی انساں شکم سے آئی ہے
آسماں سے تو گر نہ آئی ہے

قیس تم کو عزیز بے شک ہے
پر وہ مجنوں ہے اس میں کیا شک ہے

ایسی حالت میں لڑکی کیونکر دُوں
مرضِ مجنُوں کا پہلے دُور کرو
شوق سے لیجے تب تمہاری ہے
ہائے ظالم ستمگر اے بے رحم!
دِتیا لیلیٰ کو وائے آج نہیں
اَور تو سب علاج کر ہارا
ہارا مجنُوں بغیر لیلیٰ کے
ہندو پنڈت مہاتما سادھو
جیوؔ مجنُوں بنا ہے دیوانہ
دشتِ دُنیا میں وحشی آوارہ
لیلی سمجھے گلُوں کو چُنتا ہے
سرؤ کو جان کر یہ لیلیٰ ہے
چشمِ آہُو کو چشم لیلیٰ مان
اصلی آنند ذات سے محرُوم
گاہ آنند زر کو مانے ہے
لوگ کہتے نہوں بُرا مجھ کو

اِک جنُونی کے میں گلے منڈھ دُوں
سر سے سَودا اگر کافُور کرو
لیلی دولت یہ سب تمہاری ہے
وائے ناداں غُرورِ صُورت زحم!
اَور مجنُوں کا تو علاج نہیں
وِچتا مجنُوں نہیں وہ بیچارا
تھا نہ چارا بغیر لیلیٰ کے
جی کڑا کیوں ہے رحم کو راہ دو
دشتِ غم چھانتا ہے ویرانہ
لیلی "آنند" کے لئے پارہ[1]
پھر پڑا سر کو اپنے دُھنتا ہے
وہم سے جان اپنی کھو دی ہے
چھچھے ٹھکا پھرے ہے ہو حیران
غار و عش میں مچا رہا ہے دُھوم
بول[2] میں گاہ خاک چھانے ہے
ننگ رہ جائے ناک ہاتھی کو

(۱) مضطرب و بیقرار (۲) پیشاب۔ کیچڑ ×

راۓ لوگوں کی نہ ہو متغیّر
اُس کے پیچھے پھرے ہے متحیّر

ساری وحشت یہ بادیہ گردی
لیلیٰ خاطر ہے جملہ سر دردی

لیلیٰ ملتے جنون جائے گا
برہم[1] ودیا بدون نہ جائے گا

شم دم آہیں گے برہم ودیا سے
فکر جائیں گے برہم ودیا سے

شم[2] ہو پہلے گیان پیچھے ہو
سیر ہو لیں طعام پیچھے ہو

ہائے پنڈت غضب یہ ڈھاتے ہو
اُلٹی گنگا پڑے بہاتے ہو

یہ اسی پاپ کا نتیجہ ہے
ڈوبے دکھوں میں آج جاتے ہو

وید دانوں! یہ موت مت رکھنا
دھی[3] کو بڈھی کو گھر میں مت رکھنا

لڑکی گھر میں نہ زیب دیتی ہے
دھن پرایا فریب دیتی ہے

برہم ودیا کا دان اب کر دو
ورنہ عزت سے ہاتھ دھو بیٹھو

وقت دیکھو سمے کو سمبھالو
ذات قائم ہو کایا پلٹا لو

ننگ و ناموس اب اسی میں ہے
بچنا ذلت سے بس اسی میں ہے

ڈوبا تارا تمہارا پورب کو
برہم ودیا چلی ہے یورپ کو

ہند مجنوں بنا ہے دیوانہ
تلملاتا ہے مثل پروانہ

مژدۂ وصل اب سنا دینا
خوش و خرم ادا سے گا دینا

وید کا قرض یہ چکا دینا
فرض اپنا یہ کر ادا دینا

(۱) حقیقی معشوق۔ (۲) شانتی۔ (۳) لڑکی

# گناہ

## (۳۷۵) نظم

پاپ کیا ہے؟ گناہ کتنے ہیں
آتما جسم ہی کو ٹھہرانا
آتما، پاک ہستی، برتر ہے
جسم کو شانِ آتما دینا
کِذب[۲] و بطلاں یہی ہے پاپ کی جڑ
کیا تکبر ہے؟ کبریائی ذات[۴] کو
کرودھ کیا ہے؟ جلالِ واحد ذات کو
کیا ہے شہوت؟ سرورِ پاکِ ذات
کیا عداوت ہے؟ پاک وحدت ذات
حرص کیا؟ سب پہ قبضہ کلّی[۵] ذات
موہ کیا ہے؟ قیامِ یکساں[۶] ذات
پس گناہ کیا ہے؟ آتما کا حق
ہستِ مطلق کا جہل میں سنسرگ

داخلِ جہل[۱] سارے فتنے ہیں
بُوٹا پاپوں کا یہ ہے لگوانا
حلیم واحد، سرور و اکبر ہے
رات کو آفتاب کہہ دینا
ایک ہی جہل بین تاپ کی جڑ
بیچ دینا دروغ[۳] جسم کے ہات
بیچ دینا دروغ جسم کے ہات
بیچ دینا حقیر جسم کے ہات
بیچ دینا حقیر جسم کے ہات
بیچ دینا حقیر جسم کے ہات
بیچ دینا حقیر جسم کے ہات
جہل کو چھین دینا حق ناحق
نوشہ ہے پاپ کا۔ گناہ کا برگ

(۱) اگیان کے اندر (۲) بے فائدہ۔ جھوٹ۔ (۳) جھوٹے شریر کے ہاتھ۔ (۴) ایک اکیلی ذات
(۵) آتما۔ مالکِ کُل (۶) لاجنب۔ ایک رس۔

# کلجگ

## غزل (۳۷۶)

سچے دل سے بچار کر دیکھو!
تم نے پیدا کیا ہے کلجگ کو

میں نہیں ہوں خدا، یہ کلجگ ہے
"جسم ہی ہوں" یقیں یہ کلجگ ہے

"جسم ہے آتما" یہ کلجگ ہے
چارواکوں کا مت یہ کلجگ ہے

کھاؤں پیوں مزے اڑاؤں گا
ہاں! وِرُوچن کا مت یہ کلجگ ہے

بندۂ جسم ہی بنے رہنا
سب گناہوں کا گھر یہ کلجگ ہے

جسم سے کر نشست اپنی دُور
ہو جئے آتما میں خود مسرور

جسم میں گر نواس رکھو گے
گیان سے گر ہراس رکھو گے

پاپ ہرگز نہ چھوڑینگے ہرگز
تاپ ہرگز نہ چھوڑینگے ہرگز

ہے خلاصی کی ایک ہی صورت
اور رستہ نہیں کسی صورت

دُور کلجگ ابھی سے کیجے گا
دان دیجے گا دان دیجے گا

ٹھیک کر جگ ہے یہ نہیں کلجگ
دان کر دُور کیجئے کلجگ

ہنار پر گہن لگ گیا کالا (گرہن)
دان دینے سے بول ہو بالا

# دان

## غزل (۳۷۷)

دان ہوتا ہے تین قسموں کا
انّ کا علم کا و عرفاں کا

ان کا دان ایک دن کے لئے
جسم بیرونی کو تقویت دیوے

علم کا دان عمر بھر کے لئے
جسم دوئم کو کر غنی دیوے

دان عرفان کا تا ابد دائم
کر سرور ازل میں دے قائم

سب سے بڑھ کر تو بیترا ہی دان
دان عرفان کا گیان ہی کا دان

پنڈتو! گیان دان دیجے گا
ہند میں عام دان دیجے گا

گر یہ کلجگ کا گہن ہے باقی
کسر ہے گیان دان دینے کی

لو بلا ٹل گئی ہے واہ واہ وا
ہند روشن ہوا - اہا ہا ہا

---

جاؤ کلجگ یہاں سے جاؤ تم
بھاگو بھارت سے۔ پھر نہ آؤ تم

حکم ناطق ہے رام کا تم پر
بندھئے بستر کو اب اٹھاؤ تم

ہند ہی رہ گیا ہے کیا تمکو؟
آگ میں جل میں سر چھپاؤ تم

---

## نے

### غزل (۳۷۸)

خالی بالکل ہے بانس کی یہ نے
چند سوراخ دار بیشک ہے

بوسہ دیتا ہے اسکو جب نائی
نکل اس نے سے سات سُر کی

(۱) جسم لطیف سے مراد ہے (۲) بانسری (۳) بانسری بجانے والا

راگنی راگ سب ہوئے ظاہر
ایک ہی دم نے یہ ستم ڈھایا
سب سُروں میں جو موج ارہے ہے
دم تو پھونکے تھا ایک مُرلیہ دھر
سامعہ[۱] باصرہ[۲] خیال و عقل
مرد عورت۔ گدا میں شاہوں میں
قُطب تارے میں مِہر میں مہ میں
ایک ہی دم کا یہ پسارا ہے
دارِ دُنیا کی ایک ہی نَلکے[۳] میں
تو ہی نائی[۴] ہے کرشن پیارا ہے

مختلف بھاگ سب ہوئے باہر
کلیجہ اب بلبوں اُچھل آیا
دم وہ تیرا ہی کرشن پیارے ہے
مختلف زمزمے بنے کیونکر؟
سب میں واصل ہوا کرے ہو نقل
قہقہوں۔ چھچھوں میں آہوں میں
جھونپڑے میں محلسراء راہ میں
سب میں واصل ہے سب میں نیارا ہے
پران تیرے نے راگ پھونکے ہیں
ساری دُنیا ترا پسارا ہے

(۱) سُننے کی قوت (۲) دیکھنے کی قوت (۳) خالی بانسری (۴) بانسری بجانے والا۔

## شیش مندر

### (۳۷۹) غزل

شیش مندر میں اک دفعہ بُلڈاگ
آ پھنسا تو ہوا بگولا آگ

جوق در جوق پلٹنیں سگ[۱] سے
ٹھٹ کے ٹھٹ لگ رہے تھے کُتوں کے

سخت جھنجھلایا یہ وہ جھنجھلائے
چار جانب سے طیش میں آئے



(۱) کُتا۔

بگڑتا منہ اِسکا۔ وہ بھی سب بگڑے | جب یہ اُچھلا وہ سب کے سب کودے
جب یہ بھونکا صدائے گنبد سے | کیا ہی اوسان خطا ہوئے اِسکے
وہیں مرا ہیں مرا!! سمجھ کر وائے | مرگیا ڈاگ سر کو دھن کروائے
شیش مندر میں آکے دُنیا کے | جاہِل غیر داں مرا بھونکے
وہم میں کیوں بھرمتا جاتا ہے | اپنے آپے میں کیوں نہ آتا ہے

## درِشٹانت

### غزل (۳۸۰)

گاہ مالک مکان کا آیا | مرد دانا نے جلوہ فرمایا
روئے زیبا کو ہر طرف پایا | فرطِ شادی سے سینہ بھر آیا
فرشِ اطلس نفیس جھالر دار | عطر و عنبر لطیف و خوشبو دار
تختِ زریں پہ ریشمی تکیے | گدّے مخمل کے زیب دیتے تھے
بیٹھا ٹھسّے سے زینتِ خانہ | گدگدی دِل میں جھومتا شانہ
جب نظر چارسو اُٹھا دیکھا | کچھ نہ اپنے سے ماسوا دیکھا
گرچہ واحد تھا پر ہزاروں جا | جلوہ افگن رُخِ صفا دیکھا
گاہ مونچھوں کو تاؤ دے دیکر | صورتِ پیر رس میں آ دیکھا
کرکے سنگار کنگھی پٹّی کا | پان ہونٹوں تلے دبا دیکھا
تیغِ مصری کے دیکھنے کے لئے | پیاری پیاری بھنویں چڑھا دیکھا

خندۂ گل کی دید کی خاطر — کیا نہ دل سے کھلکھلا دیکھا
ابر نیساں کا لطف لینے کو — تار آنسو کا بھی لگا دیکھا
غیر دیکھے ہے جیسے اس تن کو — اس طرح اس سے ہو جدا دیکھا
عکس اک چھوڑ اصل کو آئے — سب وجودوں میں پھر سما دیکھا
گولیاں پیلی کالی سُرخ اور سبز — مُنہ سے اپنے نکال بازیگر
آپ ہی دیکھتا ہے اپنے رنگ — آپ ہی ہو رہا ہے متحیّر
بیٹھ ہر طرح شیش مندر میں — ٹھاٹھی پیچھے سے بن ٹھا دیکھا
وشیٹھی مست کارن شریر بن لیٹا — چار کونٹوں میں لیٹتا دیکھا
وشیٹھی خود جو جسمِ خیال کو دھارا — جملہ عالم کو خیال ہی دیکھا
وشیٹھی جاگی صورت قبول کی جب خود — سب کو پھر جاگتا ہوا دیکھا
تجھ سے بڑھکر ہوں تیرا اپنا آپ — مجھ کو اپنے سے کیوں جدا دیکھا
ایک ہی ایک ذات واحد رام — جملہ صورت میں جا بجا دیکھا
گدی تکیے سے میں نہیں ہلتا — ہلتا کس نے سنا ہے یا دیکھا
کیوں خوشامد کی بات کرتے ہو — رینگنے مسند مکان ہی کب تھا
یہ تو سب اک خیال لیلا تھی — موج میں اپنی آپ ظاہر تھا
موج بھی آپ لیلا ویلا آپ — لال نطق و زبان یاں پر تھا
نطق میں اور شبد میں موجود — ایک واحد سپھوٹ روشن تھا

# کوہِ نُور کا کھونا اور عزّت

## نظم (۳۸۱)

زیر نادر ہُوا محمد شاہ | دہلی اُجڑی ذلیل ابتر آہ

گرچہ نادر نے خوب ہی ڈھونڈا | نہ مِلا کوہِ نُور کا ہیرا

کہہ دیا اِک حریص لونڈی نے | ہے چُھپایا کہاں محمدؐ نے

"وہ اُسکو پگڑی میں سی کے رکھتا ہے | جُدا اُسکو کبھی نہ کرتا ہے"

پھر تو بیحد تپاک سے آ کر | بولا نرمی سے پیارے نادر

"اُے شہِ مہرباں محمد شاہ! | یار بھائی ہے تیرا نادر شاہ

پگڑیاں آج تو بدل لینگے | دِل محبّت سے خُوب بھر لینگے

رسمِ اُلفت ادا کرو ہم سے | یہ محبّت وفا کرو ہم سے"

چُھٹ گئیں گو ہوائیاں منہ پر | زہر خندہ سے بولا "ہاں ہاں" کر

"وہ شوق سے پگڑی بدلیے کا شاہ" | مارا بے بس رنگیلا دہلی شاہ

تھی محمدؐ کو ظاہری عزّت | یہ تبدّل تھا اصل میں ذِلّت

قیمتِ مملکت سے بڑھکر تھا | ہیرا پگڑی میں اُسکو کھو بیٹھا

اے عزیزوں یہ عزّت و دولت | نفسِ نادر ہے بر سرِ اُلفت

دامِ تزویر[1] ہیں نہ آجانا | جان اِنکے بھرّے میں پھنس پھنسا جانا

خلعتِ فاخرہ سے ہو خورسند | کھوکے ہیرا بنے ہو دولتمند



(۱) فریب کا جال (۲) ٹھگ

چین پڑنے کا ہے نہیں ہرگز ‏ امن ہیرے بنا نہیں ہرگز
ذاتی جوہر سے ذاتی عزت ہے ‏ باقی ما و منی کی علّت ہے
جب تُو فخرِ خطاب لیتا ہے ‏ آتما کو عذاب(۱) دیتا ہے
تُو کریمِ جہاں ہے داتا ہے ‏ چھوٹا اپنے کو کیوں بناتا ہے؟
سبکو روٹی ہے تیرے جلوے سے ‏ تجھ کو عزّت بھلا ملے کس سے؟
سند سرٹیفکیٹ ڈگری کی ‏ آرزو میں ہے قیدِ غم تن کی
تُو تو معبود ہے زمانے کا ‏ قید مت ہو کسی بہانے کا

(۱) دکھ

# خطاب بہ نپولین

(۳۸۲) نظم

واہ رے نپولین! نڈر شیرِ مرد ‏ ٹڈی دَل فوج تیرے آگے گرد
دو ہالٹ(۱) کہ کر سپاہِ دشمن کو ‏ لرزاں کردے اِکبار لشکر کو
جان بازی میں شیر مردی میں ‏ خوش خوشاں دشتِ غم نوردی میں
رُعب سے اور غضب کی صَولت سے ‏ تُو برابر تھا ہندو عورت کے
راجپوتوں کی عورتوں کا دل ‏ نہ ہلے گرچہ کوہ جائے ہل
اُنکی جانب سے شیر کو چیلنج ‏ لیک شہرت کے نام سے ہے رنج
پشتے کشتوں کے کردیئے ہر سُو ‏ خون کے جُو(۲) ہی بھر دیئے ہر سُو



(۱) دبدبہ - ہیبت (۲) نہریں - دریا سے مطلب ہے -

ملک پر ملک تو نے مار لیا | پر کہو اس سے کیا سنوار لیا
یہی چاہتا تھا راج کو وسعت | پر ملی حرص و آز کو وسعت
دل تو ویسا ہی رہگیا پیاسا | جیسا جنگ و جدل سے پہلے تھا

## سیزر

(۳۸۳) نظم

اے شہنشاہ جولیس سیزر | ساری دنیا کا تو بنا افسر
اتنا فتنے کو طول کیوں کھینچا | دل زمیں میں فضول کیوں اینٹھا
سہم دل میں رہا تعجب خیز | خدشہ پہلو میں موج درد انگیز
آہ تیری منزلت گو بڑھا ہیں | ہشتہ و کیواں سے بھی پرے جائیں
کیوں نہ اتنا بھی تم کو سوجھ پڑا | جس میں شے آئے وہ ہے شے سے بڑا
جزو کل سے ہمیشہ چھوٹا ہے | چھوٹا گھر سے بکس و لوٹا ہے
جبکہ تجھ میں جہان آتا ہے | آنکھ میں بحر و بر سماتا ہے
کوہ و دریا و شہر و صحرا باغ | بادشاہ و گدا و بلبل و زاغ(۱)
علم میں اور شعور میں تیرے | ذرّے سے چمکتے ہیں بہتیرے
خود کو محدود کیوں بناتے ہو | منزل اپنی پڑے گھٹاتے ہو؟
تجھ میں چھوٹے بڑے سمائے ہیں | تو بڑا ہے یہ جس میں آئے ہیں

(۱) کوّا

ملکِ سرسبز اور زمیں شاداب — ہیں شعاع ہیں تری زمین و آب

شمس مرکز نظامِ شمسی کا — ہے نہیں تو ہے آفتاب کا

نور تیرے ہی سے ضیا لیکر — پھر آتا ہے روز چڑھ بڑھ کر

اپنی کرنوں کے آب میں خود ہی — ڈوب مت مر سراب ہیں خود ہی

جان اپنے کو گر لیا ہوتا — قبضہ عالم پہ جھٹ کیا ہوتا

سلطنت میں مطیع چرند و پرند — راجے مہاراجے ہوتے زاہد و رند

ذات میں حل دل کیا ہوتا — حل عقدہ کو یوں کیا ہوتا

ہاتھ میں کھڑگ ہو کہ کھنڈا ہو — قلم ہو یا بلبند، جھنڈا ہو

جدا اپنے کو ان سے جانتے ہیں — ان کے ٹوٹے نہ رنج مانتے ہیں

آپ کو شوربیر اس تن سے — جدا مانے ہیں جیسے آہن سے

گر بلا سے یہ جسم چھوٹ گیا — کیا ہوا گر قلم یہ ٹوٹ گیا

تو ہے آزاد ہے سدا آزاد — رنج و غم کیسا؟ اصل کو کر یاد

اے زماں! کیا یہ تم میں طاقت ہے — ای مکاں! تجھ میں یہ لیاقت ہے؟

کر سکو قید مجھ کو۔ مجھ کو قید! — پاک سے تم ہو کالعدم ناپید

فکر کے پاپ کے اڑیں دھوئیں — گر کبھی ہم سے آن کر الجھیں

پرزے پرزے الگ ہوئے ڈر کے — دھجیاں جہل کی اڑیں ڈر سے

## شاہِ زماں کو بردان (۳۸۴)

قیصرِ ہند، بادشہ داور — جاگتا ہے سارا شہر[2] خاور[1]

راج پر تیرے مغرب و مشرق　　چمکتا ہے سدا ستارۂ مشرق
شاہِ مشرق کی برہم وِدّیا ہے　　رانی وِدّیاؤں کی یہ وِدّیا ہے
جاہِ ذاتی رہے قریب تمہیں　　شاہِ علموں کا ہو نصیب تمہیں
نُور کا کوہ دماغ میں دمکے　　ہِند کا نُور تاج پر چمکے
تیرے فکر و خیال کے پیچھے　　نِشبر میں چشمہ عجیب بہتا ہے
یہ ہی چشمہ تھا ویاس کے اندر　　عیسیٰؑ احمدؐ اِسی میں رہتا ہے
اِسی چشمہ سے وید نکلے ہیں　　اِسی چشمہ سے کرشن کہتا ہے
چاہئے آبِ حیات واں پیجے　　دکھ کا ہے کو یار سہتا ہے
پچھلے رشیوں نے اِس ہی چشمے سے　　گھڑے بھر بھر کے آب کے چکھے
دُنیا پلٹے زمانہ بدلے گا　　پر یہ چشمہ سدا ہرا ہوگا
مہر ڈوبے گا قطب ٹوٹے گا　　پر یہ چشمہ سارا ہرا ہوگا
رسم و ملت تو ہونگے ملیا میٹ　　پر یہ چشمہ سارا ہرا ہوگا
ایسے چشمے سے بھاگتے پھرنا　　باسی پانی کو تاکتے پھرنا
تِشنہ رکھے گا بہر خاطرِ آب　　جا بجا آگ تاپتے پھرنا
رامؔ کو ماننا نہیں کافی　　جاننا اس کا ہے فقط شافیؔ[1]
برکلے۔ کینٹ۔ مل۔ ہیملٹن　　جستجو میں تری ہیں سرگرداں

(۱) شفا دینے والا۔ تسکین دینے والا +

بائیبل۔ وید۔ شاستر۔ قرآن | بھاٹ تیرے ہیں اے شہِ رحمان
اپنی اپنی لیاقتیں لے کر | تر زباں گا رہے ہیں تیری شان
مدح خواں شاعروں کو دو انعام | وقت دربار خاص و جلسۂ عام

## آنند اندر ہے

(۳۸۵) نظم

سگ نے ہڈی کہیں سے اک پائی | شیرِ نر دیکھ فکر یہ آئی
کہ کہیں مجھ سے شیر چھین نہ لے | ہڈی اک اس سے شیر چھین نہ لے
لیکے منہ میں اسے چھپا کر وہ | بھاگا کھائی کو دُم دبا کر وہ
عظم(۱) چبھتی تھی منہ میں جب رگ کو | خون لگتا لذیذ تھا سگ کو
مزا اپنے لہو کا آتا تھا | پر وہ سمجھا مزا ہے ہڈی کا
شیرِ نر بادشاہ تنہا گرد | ہڈی مُردے ہوں ہر طرف سو سو
وہ تو نہ آنکھ بھر کے تکتا ہے | سگِ ناداں کا دل دھڑکتا ہے
سُرگ کی نعمتیں ہوں دُنیا کی | ہیں تو یہ ہڈیاں ہی مُردے کی
ان میں لذت جو تم کو آتی ہے | در اصل یہ ایک آتما کی ہے
آے شہنشاہِ مُلک۔ اے اِندر! | چھینتا وہ نہیں زر و گوہر
راج دُنیا کا اور سُرگ و بہشت | باغ و گلزار و سنگِ مرمر و خشت

(۱) ہڈی ۔

ہیں ہنن امرت سے پُر لبالب - کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے -

**نوٹ** - مذکورہ بالا ہر دو غزلیں سوامی جی سے اُن دنوں لکھی گئی تھیں جب وُہ ٹیہری قصبہ سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ایک گودی سرائے کی گپھا (کندرا) میں جا کر بالکل ایکانت رہے تھے - اور بالکل مست و مدہوش کئی گھنٹے بر لب گنگ بلا کچھ کھائے پڑے رہے تھے اور جب ذرا ہوش آئی تو غزلیات کا بہاؤ شروع ہو گیا ؎

## (۳۳۵) غزل بھیروی تال پشتو

کیسے رنگ لاگے خُوب بھاگ جاگے

ہر ہی[1] گئی سب بھوکھ اور ننگ میری

چُوڑے سارچ سُروپ کے چڑھے ہم کو

ٹُوٹ پڑی جب کانچ کی وَنگ میری

تاروں سنگ آکاش میں چمکتی ہے

بن ڈور اب اُڑی پتنگ میری

جھڑی نُور کی برسنے لگی زوروں

چند سُور[2] میں ایک ترنگ میری

(۱) چھینی گئی - اُڑ گئی (۲) سُورج - چاند +

## (۳۳۶) غزل قوالی

بٹھا کر آپ پہلو میں ہمیں آنکھیں دکھاتا ہے
سُنا بیٹھیں گے ہم سچی فقیروں کو سُناتا ہے

ارے دُنیا کے باشندو اُڑو دست ہیم کو چھوڑ دو
یہ شیریں رُو تو مِصری ہے کبھیں ناحق چڑھاتا ہے

یہ سلوٹ ڈالنا چہرے پہ گنگاجی سے سیکھا ہے
ہے اندر سے جہاں شیتل یہ اوپر سے ڈراتا ہے

بناوٹ کی جبیں پُر چیں ہے اُلفت سے مُطبّب دِل
بناوٹ چالبازی سے یہ کیوں کھیڑے میں لاتا ہے

اگر ہے ذرّہ ذرّہ ہیں بلکہ لاکھوں جُزو ہیں
تو جُزو کُل بھی سب وُہ ہے دگر جھٹ اُڑ ہی جاتا ہے

نگاہِ غور رکھ قائم ذرا بُرقع کو ہٹا کے جا
یہ بُرقع صاف اُڑتا ہے وہ پیارا نظر آتا ہے

تلاطم خیز بحر حُسن و خُوبی ہے اَہا ہا ہا
حواس و ہوش کی کشتی کو دم بھر میں بہاتا ہے

حسینوں حُسن و خُوبی سے مِری زُلفِ سیاہ کا ظلّ
عبث سایہ پرستوں کا پڑا دِل تلملاتا ہے

ارے شُہرت! ارے رُسوائی!! ارے تُہمت ارے عظمت!
مرو لڑ لڑ کے تُم - اب رام تو پلّہ چھوڑاتا ہے

(۳۳۷) غزل کیروا

| | |
|---|---|
| واہ وا اکامان رے نوکر میرا | سُگھڑ سیانا رے نوکر میرا (ٹیک) |
| خدمت کردیاں کدے نہ ڈردا | روزِ اوّل نوں سیوا کردا |
| تُوں تُوں دے وِچ رہندا بردا | ہر شے سماٹا رے نوکر میرا واہ وا... |
| جا ہمولا مولا پن چھڈ دا | نوکر نخرے ٹخرے پھڑدا |
| پھر بھی ٹہل اوہ پوری کردا | ہر ناچ نچانا رے نوکر میرا واہ وا... |
| بادشاہی چھتہ اردل مّلی | پر ایہ شاہ کولوں کد چلّی |
| نوکر نوں اُٹھ چوری جھلّی | ہائے پیہبا رانا رے - نوکر میرا واہ وا |
| بے سمجھی دا جھگڑا پایا | نوکر نوں اعتبار اُٹھایا |
| وِچ دِلیلاں وقت گنوایا | وِیکھے غضب نشانا رے نوکر میرا واہ وا... |
| لایا اپنے گھر وِچ ڈیرا | رام اکیلا سُورج جیہڑا |
| نُور جالال ہے نوکر میرا | دِگر نہ جانا رے نوکر میرا واہ وا... |

(۳۳۸) راگ شنکر ابھرن - تال دھمالی

ہمیں اِک پاگل پن درکار (ٹیک)

عقل نقل نہیں چاہیئے ہمکو پاگل پن درکار۔ ہمیں اک پاگل پن درکار
چھوڑ پواڑے جھگڑے سارے۔ غوطہ وحدت اندر مار۔ ہمیں اک پاگل.......
لاکھ اُپاؤ کرلے پیارے۔ کدی نہ مِلسی یار۔ ہمیں اک........
بیخود ہو جلد دیکھ تماشا۔ آپے خود دِلدار۔ ہمیں اِک......

(۳۳۹) لاؤنی۔ تال دھمالی۔

(۱) کوئی حال مست کوئی مال مست کوئی طُوطی مَینا سُوئے ہیں
کوئی کھان مست پہران مست کوئی راگ راگنی دُوہے ہیں
کوئی عمل مست کوئی رمل مست کوئی شطرنج چوپٹ جُوئے ہیں
اِک خودمستی بن اور مست سب پڑے اِودیا کُوئے ہیں
(۲) کوئی عقل مست کوئی شکل مست کوئی چنچلتائی ہانسی ہیں
کوئی وید مست کتیب مست کوئی مکے میں کوئی کاشی میں
کوئی گرام مست کوئی دھام مست کوئی سیوک ہیں کوئی داسی ہیں
اِک خودمستی بن اور مست سب بندھے اودیا پھانسی ہیں
(۳) کوئی پاٹھ مست کوئی ٹھاٹھ مست کوئی بھیروں میں کوئی کالی ہیں
کوئی گرنتھ مست کوئی پنتھ مست کوئی شویت پیت رنگ لالی ہیں

(۱) مصرع یعنی قافیہ بندی سے مراد ہے (۲) سفید۔ زرد۔

کوئی کام مست کوئی خام مست کوئی پورن ہیں کوئی خالی ہیں
اک خودمستی بن اور مست سب بندھے اودّیا جالی ہیں

(۴) کوئی ہاٹ مست کوئی گھاٹ مست کوئی بن پربت اُجاڑا ہیں
کوئی ذات مست کوئی پات مست کوئی تات بھرات سُت دارا ہیں
کوئی کرم مست کوئی دھرم مست کوئی مسجد ٹھاکر دوارہ ہیں
اک خودمستی بن اور مست سب بہے اودّیا دھارا ہیں

(۵) کوئی ساک[1] مست کوئی خاک مست کوئی خاصے ہیں کوئی ململ ہیں
کوئی یوگ مست کوئی بھوگ مست کوئی استھتی ہیں کوئی چلچل ہیں
کوئی رِدّھی مست کوئی سدّھی مست کوئی لین دین کی کل کل ہیں
اک خودمستی بن اور مست سب پھنسے اودّیا دلدل ہیں

(۶) کوئی اُردھ[3] مست کوئی ادھ[4] مست کوئی باہر ہیں کوئی اندر ہیں
کوئی دیش مست بدیش مست کوئی اوشار ہیں کوئی منتر ہیں
کوئی آپ مست کوئی تاپ مست کوئی ناٹک چیٹک تنتر ہیں
اک خودمستی بن اور مست سب پھنسے اودّیا جنتر ہیں
کوئی شُنٹ مست کوئی تُشٹ مست کوئی دیرگ میں کوئی چھوٹے ہیں
کوئی گپھا مست کوئی سُفا مست کوئی تونبے میں کوئی لوٹے ہیں

---

(۱) باپ بیٹا بیوی وغیرہ (۲) رشتہ داری (۳) اُوپر (۴) نیچے۔

کوئی گیان مست کوئی دھیان مست کوئی اصلی ہیں کوئی کھوٹے ہیں
اک خود مستی بن اور مست سب رہتے او دیا ٹوٹے ہیں

(۳۴۰) راگ جھنجھوٹی ۔ تال تین

"آ" دے مقام اُتے آ میرے پیاریا! (ٹیک)

۱
پاء گل اصلی پاگل ہو جا ۔ مست الست صفا میرے پیاریا! (ٹیک)
ظاہر صورت دولا مولا ۔ باطن خاص خدا میرے پیاریا! آدے
پُستک پوتھی تُسٹ گنگا وِچ ۔ دم دم الکھ جگا میرے پیاریا! آدے
سیلی ٹوپی لاوے سرتوں ۔ رُنڈ مُنڈ ہو جا میرے پیاریا! آدے
عزت پھوکی پھوک دُنیا دی ۔ اک دھتورا کھا میرے پیاریا! آدے
جھگڑے جھیڑے فیصل رندا ۔ لیکھا پاک چکا میرے پیاریا! آدے
لڑکا بغل ڈھنڈورا کیہا ۔ ڈھونڈن کتے نہ جا میرے پیاریا! آدے
تیری بغل وچ پیارا بیٹھے ۔ کھول تنی گل لا میرے پیاریا! آدے
آپے بھُل بھُلاویں آپے ۔ آپے بنے خدا میرے پیاریا! آدے
پردے پھاڑ دوئی دے سارے ۔ اکو اک دکھا میرے پیاریا! آدے

(۱) رمز ۔ بھید یا بات ۔ (۲) پھینک (۳) گانتی ۔ مالا ۔ یا کپڑا جو سر میں باندھا جاتا ہے ۔ یا گلے میں لٹکائی جاتی ہے ۔ (۴) مُنڈا تاردے (۵) بغل میں (۶) گلے میں ۔

(۱۴۳) راگ بھیروی - تال دادرا

گر ہم نے دِل صنم کو دیا پھر کسی کو کیا
افلاس چھوڑ کُفر لیا پھر کسی کو کیا
ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک
آپ ہی سِیا سِیا نہ سِیا پھر کسی کو کیا
اپنی تو زندگانی میاں مثل حباب ہے
گو خضر لاکھ برس جِیا پھر کسی کو کیا
دُنیا میں ہمنے آکے بھلا یا بُرا کیا
جو کچھ کیا سو ہم نے کیا پھر کسی کو کیا

(۳۴۲) راگ مانڈ - تال دھمالی

بھلا ہُوا ہر بِسرو سر سے ٹلی بَلا
ہاتھ سے جپُوں نہ کر جپُوں اُر سے جپُوں نہ رام
رام مرے تو ہم مرے ہمری مرے بَلا
حد ٹپّے سو اولیا۔ بیحد ٹپّے سو پیر
حد بے حد کردے سب گئے بیحد گیا نہ کو
من اپیو نرمل بھیو۔ جیسے گنگا نیر

جیسے تھے ویسے بھئے اب کچھ کہا نہ جاء
رام سدا ہمکو بھجے ہم پاویں بسرام
ست پُرشوں کا بالکا مرے نہ مارا جاء
حد بیحد دونوں ٹپّے۔ تا کا نام فقیر
حد بیحد میدان میں رہیو کبیرا سوئے
پیچھے پیچھے ہر پھرے کہت کبیر کبیر

(۱) ہاتھ (۲) دل (۳) شُدھ - پاک - شفاف ۔

(۳۴۳) راگ ضلع ۔ تال دادرا

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز[1] مسیحا مرے آگے

جز نام نہیں صورتِ عالم مرے نزدیک
جز وہم نہیں ہستیٔ اشیا مرے آگے

ہوتا ہے نہاں خاک میں صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبیں[2] خاک پہ دریا مرے آگے

(۱) معجزے۔ کرامات (۲) ماتھا۔ پیشانی +

(۳۴۴) راگ ضلع تال ۔ دادرا

پھینکے فلک کو تارے سب بخش دوں گا مَیں
بھر بھر کے مٹھی ہیرے اب بخش دوں گا میں
سورج کو گرمی ۔ چاند کو ٹھنڈک ۔ گھر کو آب
یوں موج اپنی آئے سب بخش دوں گا ہیں
ہے جی میں اپنے آمنا ۔ اِک لوٹ ہی مچادوں
مانگے بغیر یارو! سب بخش دوں گا مَیں
گالی گلوج جھڑکی طعنے کروں معاف
بولی ٹھٹھولی دھمکی سب بخش دوں گا میں
تعریف سے پرے ہوں عیبوں سے مَیں بَری ہوں ۔

حمد و ثنا دُعا بھی سب بخش دُوں گا ہیں
واحد ہُوں ذاتِ مُطلق - یاں امتیاز کیسی
اَوصاف کو لُٹا دوں سب بخش دُوں گا ہیں
صحرائے بیکراں ہُوں - دریا ہُوں بے کنار
بُو غیر کی نہ چھوڑوں سب بخش دُونگا ہیں
دِل نذر میری کردو - ہُوں شاہِ بے نیاز
کون و مکاں زماں زر سب بخش دُونگا ہیں
جھگڑے فضُول فتنے اچھّے بُرے خیال
جُوں اوس جھٹ اُڑا دُوں سب بخش دُونگا ہیں
موجود کچھ نہیں ہے میرے سِوا یہاں
وہم دُوئی - گُمانِ شک - سب بخش دُونگا ہیں
عقل و قیاس - جسم و جان - مال و دوستاں -
کر رام پر نثار یہ سب بخش دُوں گا ہیں

(۳۴۵) سوّیا راگ دھناسری

| | |
|---|---|
| سب شاہوں کا شاہ ہیں میرا شاہ نہ کوئی | سب دیون کا دیو ہیں میرا دیو نہ ہوئی |
| چابک سب پر ہے مرا کیا سُلطان امیر | پتہ مجھ بن نہ ہلے آندھی میری اہیر |

(۳۴۶) لاؤنی سویّا

شُدھ سچدانند برہم ہُوں اَجر اَمر اَج انباشی
جاس گیان سے موکش ہو جاوے کٹ جاوے یم کی پھانسی
انادی برہم اَدویت دویت کا جاہیں نام و نشان نہیں
اکھنڈ سدا سُکھ جا کا کوئی آد - مدھ اوسان نہیں
نرگُن نر وِکلپ نر اُپمان جا کی کوئی شان نہیں
نرو کار نر دیو مایا کا جاہیں رنچک بھان نہیں
یہی برہم ہُوں منن نرنتر کریں موکش رہت سنّیاسی
شُدھ سچدانند برہم ہُوں - اَجر اَمر آج انباشی
سرب دیشی ہُوں برہم ہمارا ایک جگہ استھان نہیں
رما ہُوں سب میں مجھ سے کوئی بھن وستو النسان نہیں
دیکھ وچارو سوائے برہم کے ہُوا کبھی کچھ آن نہیں
کبھی نہ چھوٹے پڑے دکھ سے جسے برہم کا گیان نہیں
برہم گیان ہو جسے اُسے نہیں پڑے بھوگنی چوراسی
شُدھ سچدانند برہم ہُوں اَجر اَمر اَج انباشی

(۱) نہ گھٹنے یا مُرجھانے والا (۲) نہ مرنے والا (۳) نہ پیدا ہونے والا (۴) جس کا (۵) جیسے (۶) آخر - ختم (۷) مقیم (۸) جدا - الگ (۹) چوراسی لاکھ یُونی

اَدرِشٹ[11] اگوچر[11] سدا درِشٹ ہیں۔ جا کا کوئی آکار نہیں
نیتی[12] نیتی کہہ نگم رکھیشو پاتے جس کا پار نہیں
آکھ برہم لیو جان جگت نہیں کار نہیں کوئی یار نہیں
آنکھ کھول دِل کی ٹک پیارے۔کوں طرف گلزار نہیں
ستیہ رُوپ آنند راشی ہوں کہیں جیسے گھٹ گھٹ باسی
شُدّھ سچدانند برہم ہوں۔ اجر۔ امر۔ آج انباشی

(۱۰) ناممکن الدید (۱۱) گذرحواس کے ناممکن یا ناقابل فہم و رسائی حواس (۱۲) یہ نہیں یہ نہیں یا نفی و اثبات کا طریقہ ۔
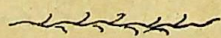
(۳۴۷) راگنی جے جے ونتی۔راگ امین کلیان تال چلنت
تمام دُنیا ہے کھیل میرا میں کھیل سب کو کھلا رہا ہوں
کسی کو بیجود بنا رہا ہوں کسی کو غم میں رُلا رہا ہوں
عبث ہے صدمہ بھلے بُرے کا۔کون تم اور کہاں سے آئے
خوشی ہے میری یہ کھیل رچنا بنا بنا کے مِٹا رہا ہوں
پھرو ہو رُوئے زمیں پہ یارو! تلاش میری میں مارے مارے
عمل کرو تم دِلوں میں دیکھو میں کنِ اقرب سُنا رہا ہوں

کبھی میں دن کو نکالوں سورج۔ کبھی میں شب کو دکھاؤں تارے
یہ زور میرا ہے دونوں پاؤں کو مثلِ پھرکی پھرا رہا ہوں
کسی کی گردن میں طوقِ لعنت کسی کے سر پر ہے تاجِ رحمت
کسی کو اوپر بلا رہا ہوں۔ کسی کو نیچے گرا رہا ہوں
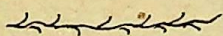
(۳۴۸) راگ بھیروی۔ تال چلنت

کہوں کیا رنگ۔ اس گل کا آہا ہا ہا۔ آہا ہا ہا
ہوا رنگیں چمن سارا۔ آہا ہا ہا۔ آہا ہا ہا
نمک چھڑکے ہے وہ کس کس مزے سے دل کے زخموں پر
مزے لیتا ہوں میں کیا کیا آہا ہا ہا۔ آہا ہا ہا
خدا جانے حلاوت کیا تھی آبِ تیغِ قاتل میں
لبِ ہر زخم ہے گویا۔ آہا ہا ہا۔ آہا ہا ہا
شرار و برق میں کیا فرق میں سمجھوں کہ دونوں میں
ہے اک شعلہ بھبوکا سا۔ آہا ہا ہا۔ آہا ہا ہا
مری صورت پرستی۔ حق پرستی ہے۔ کہوں میں کیا؟
کہ اک صورت میں ہے کیا کیا آہا ہا ہا۔ آہا ہا ہا
ظفر عالم کہوں؟ کہوں میں کیا طبیعت کی روانی کا

کہ ہے اُمڈا ہُوا دریا۔ اہا ہا ہا۔ اہا ہا ہا

(۳۴۹) مخمس۔ تال قوالی

(۱) تھا ایک دن وہ دھوم کا نکلے تھا جب اسوار ہو
ہر دم پکارے تھا نقیب[۱] آگے بڑھو پیچھے ہٹو
یا ایک دن دیکھا اُسے تنہا پڑا پھرتا ہے وہ
پس کیا خوشی کیا ناخوشی یکساں ہے سب اے دوستو
گر یُوں ہُوا تو کیا ہُوا اور وہ ہُوا تو کیا ہُوا

(۲) یا نعمتیں کھاتا رہا دولت کے دستر خوان پر
میوے مٹھائی بامزے۔ حلوا و تُرشی اور شکر
یا باندھ جھولی بھیک کی ٹکڑے کے اُوپر دھر نظر
ہو کر گدا پھرنے لگا کوچہ بکوچہ در بدر
گر یُوں ہُوا تو کیا ہُوا۔ اور وُوں ہُوا تو کیا ہُوا

(۳) یا عشرتوں کے ٹھاٹھ تھے یا عیش کے اسباب تھے
ساقی صُراحی۔ گلبدن۔ جام شرابِ ناب تھے
یا بیکسی کے درد سے بیحال تھے بیتاب تھے
کچھ رہ نہیں جاتا میاں۔ آخر کو نقشِ آب تھے

(۱) چھڑی بردار

گر یُوں ہُؤا تو کیا ہُؤا اور وُوں ہُؤا تو کیا ہُؤا

(۴) گر عشرتیں آ کر ملیں تو وُہ بھی کر جانا میاں
جو درد دُکھ آ کر پڑے تو وُہ بھی بھر جانا میاں
خواہ دُکھ ہیں خواہ سُکھ ہیں غرض یاں سے گزر جانا میاں
ہے چار دن کی زندگی۔ آخر کو مر جانا میاں
گر یُوں ہُؤا تو کیا ہُؤا۔ اور وُوں ہُؤا تو کیا ہُؤا

(۵) کہتے تھے کتنے ہم تو ہیں ذات ہیں کلاں جی
ہم شیخ ہم مُغل ہیں ہم ہیں پٹھان خاں جی
جس دن قضا پکاری اُٹھ چلئے اب میاں جی
پھر کس کے میر خان جی۔ کس کے وزیر خاں جی
ذات و حسب نسب کا جو ہر ہُؤا تو پھر کیا
گر یُوں ہُؤا تو پھر کیا اور وُوں ہُؤا تو پھر کیا

(۳۵۰) غزل قوالی تال دادرا
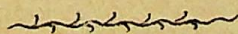
| | |
|---|---|
| پالیا جو تھا کہ پانا کام کیا باقی رہا | جانتا تھا سو ع جانا کام کیا باقی رہا |
| آگیا آنا جہاں پہنچا وہاں جانا جہاں | اب نہیں آنا نہ جانا کام کیا باقی رہا |
| بن گیا بننا بنانے بن بنا جو بن بنا | اب نہیں بانی و بانا کام کیا باقی رہا |

جانتے آئے ہیں جیسے جان جھگڑا طے ہُوا
لاکھ چوراسی کے چکر سے نھکا کھوٹی کھر
سُنْوپن کی مانند یہ سب آن ہُواہی ہو رہا
ڈال دو ہتھیار میری رائے پُختہ اب ہوئی
ہونے دو جو ہو رہا ہے کُچھ کسی سے مت کہو
موہ کا انبار اگنی گیان میں بھسمی ہُوا
آتما کے گیان سے ہُوا کرتارتھ جنم ہے
دیہ کے پرار بدھ سے ملتا ہے سبکو سُکھ دُکھ
گھور نِدرا سے جگایا ست گورو نے واہ واہ
مان کر من ہیں میاں مولا کا میلا ہی یہ سب
جان کر توحید کا نشا شبہ سب مِٹ گیا
ایک ہیں کثرت و کثرت میں بھی ایک ہی ایک ہے
عقل سے بھی دور ہے کہنے و سُننے سے پرے
رمز ہے توحید یاں حکما کی حکمت تنگ ہے
رہ گئے علماء و فضلا عِلم کی تحقیق میں
دوئیت اور ادوئیت کے جھگڑے میں لڑنا ہے فضول
جان کر دنیا کو پورے طور سے خواب خیال

اُٹھ گیا بکنا بکانا کام کیا باقی رہا
اب رہا آرام پانا۔ کام کیا باقی رہا
پھر کہاں کرنا کرانا۔ کام کیا باقی رہا
لگ گیا پورا نشانا۔ کام کیا باقی رہا
سنت ہو کِسکو ستانا۔ کام کیا باقی رہا
اب نہیں دِلکو لگانا کام کیا باقی رہا
اب نہیں کچھ اور پانا کام کیا باقی رہا
پھر جگت کو کیوں رجھانا۔ کام کیا باقی رہا
اب نہیں جگنا جگانا کام کیا باقی رہا
پھر ہنوں اب کیا مولانا کام کیا باقی رہا
یُوں ہی گاؤں کا بجانا کام کیا باقی رہا
اب نہیں ڈرنا ڈرانا کام کیا باقی رہا
ہو چُکا کہنا کہانا۔ کام کیا باقی رہا
ہو گیا دل بھی دیوانا کام کیا باقی رہا
بھرم ہے پڑھنا پڑھانا کام کیا باقی رہا
اب نہ دانتوں کو گھسانا کام کیا باقی رہا
اب نہیں تپنا تپانا کام کیا باقی رہا

| | |
|---|---|
| کچھ نہیں مطلب کسی سے سو رہا ٹانگیں پسار | اب کہیں کاہے کو جانا کام کیا باقی رہا |
| ہوگئی دے دے کے ٹھوکا ساری تشنہ کا بھی فنا | اب بلا نزبھے ٹھکانا کام کیا باقی رہا |

<sup></sup>

ا؎ شاعر کا نام *

## (۳۵۱) غزل تال دادرا

نی مَیں پایا محرم یار۔ جس دے حُسن دی عجب بہار۔ (ٹیک)

جسدا جوگی دھیان لگاون
پیر پیغمبر درشن دھیاؤن

پنڈت عالم انت نہ پاون
نِشدا کُل اظہار۔ نی مَیں

"مَیں"۔ "تُوں" دا جد بھید مٹایا
کفر اسلام دا نام بُھلایا

عین غین دا فرق گنوایا
کُھلیا سب اسرار۔ نی مَیں

وحدت کثرت وچ سمائی
کثرت وحدت ہو کے بھائی

جُز وچ کُل دی سُوجھی پائی
بسر گیا سنسار۔ نی مَیں

کہن سُنن سے نیارا جوئی
لامکاں کہے سب کوئی

"دو ہے" "دو نا ہیں" دا جھگڑا ہوئی
نِت دا گرم بازار۔ نی مَیں

ساقی نے بھر جام پلایا
بے خود ہو کے جشن منایا

غیریت دا نام گنوایا
ہوئی جے جے کار۔ نی مَیں

(۱) رات دن (۲) جب۔ ہر روز *

(۴) گوتم کا جو وطن ہے۔ جاپان کا حرم ہے
عیسےٰ کے عاشقوں کا چھوٹا یوروشلم ہے
مدفون جس زمیں میں اسلام کا حشم ہے
ہر پھول جس چمن کا فردوس ہے ارم ہے
میرا وطن وہی ہے۔ میرا وطن وہی ہے۔

## حُبِّ وطن

(۴۳۲)

(۱)
دیکھا ہے پیارے میں نے دُنیا کا کارخانہ
سیر و سفر کیا ہے چھانا ہے سب زمانہ
اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا
خارِ وطن کو گُل سے خوشتر ہے سب نے مانا
اَہلِ وطن سے پُوچھو تُم خُوبیاں وطن کی
بُلبُل ہی جانتی ہے آزادیاں چمن کی

(۲) کھاؤ ہوا وطن کی کچھ اور ہی مزا ہے
پانی پیو وطن کا امرت سے بھی سوا ہے
خاکِ وطن نہ کہئے اکسیر و کیمیا ہے

رُتبہ تری زمین کا کچھ اے وطن جُدا ہے

جو شے غرض یہاں ہے دُنیا سے ہے نرالی

نامِ وطن نے اس میں تازہ ہے جان ڈالی

(۳) باغوں میں پھر کے دیکھو کچھ اور ہی ہے نُزہت

کھیتوں سے یاں کے آتی آنکھوں میں ہے تراوت

رکھتے ہیں یاں کے دریا کچھ اور ہی لطافت

یہاں کے پہاڑ میں ہے عرشِ بریں کی رفعت

دُنیا میں پھر کے دیکھا ہرگز کہیں نہیں ہے

باغِ بہشت کہیئے یہاں کی زمیں نہیں ہے

(۴) جوہر وطن میں آکر کھلتا ہے آدمی کا

جب تھا وطن سے باہر بیشک وہ آدمی تھا

یاں آدمی نہیں وہ ہے باپ یا کہ بیٹا

کہتا ہے کوئی بھائی کوئی اُسے بھتیجا

یاں گوش زد ہیں ہر سُو اُلفت بھری صدائیں

باہر وطن سے ہرگز جو کان میں نہ آئیں

(۵) ہے ہمکو جان و دل سے اپنا وطن پیارا

اچھا وُہ دن ہے اُسکی خدمت میں جو گُذارا

کہتے ہیں ہم وطن کو آنکھوں کا اپنی تارا
وہ جان ہے ہماری ایمان ہے ہمارا
ہاں مہر یہ سخن ہے دُنیا میں سب نے مانا
اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا

## بھارت ورش کی سابق حالت کا حال سے مقابلہ

(۴۳۳) راگ دیش

(۱) کبھی ہم بھی بلند اقبال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
ہر فن میں رکھتے کمال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(۲) پڑھتے تھے جب ہم وید کو۔ جانیں تھے سب کے بھید کو
رکھتے نہ اپنی مثال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(۳) پابند تھے جب دھرم کے۔ ماہر تھے اپنے کرم کے
روشن سبھی پُر جلال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(۴) جب سے جہالت آگئی۔ تاریکی ہر سُو چھا گئی
مفلس ہیں جو خوشحال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(۵) حاکم ہیں جو محکوم تھے۔ خادم ہیں جو مخدُوم تھے
شراب ہُوئے جو شرگال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(۶) حالت دِگرگوں ہو گئی۔ قسمت کِشور کی سو گئی
روتے ہیں اب جو نِہال تھے تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

## (۴۳۴) بھارت ورش کی موجودہ حالت

(۱) اِک دن راہِ ترقی میں ہم بھی رہنما تھے
اب لوگ پوچھتے ہیں نام و نشاں ہمارا

(۲) یُونان مِصر۔ روما۔ انگلینڈ۔ گال۔ جرمن
شاگرد اِک زمانہ میں تھا جہاں ہمارا

(۳) دُنیا میں ہو رہا تھا۔ بھارت ورش کا چرچا
سب کی زُبان پر تھا لُطفِ بیاں ہمارا

(۴) گوتم۔ ویاس بھیشم تھے نامور یہیں کے
ارجن سا تیر افگن تھا اِک جواں ہمارا

(۵) رونق چمن کی ساری فصلِ خزاں نے لُوٹی
ویران ہو گیا ہے سب گُلستاں ہمارا

(۶) ہاں اہلِ ہند اُٹھو حالت ذرا سنبھالو!
نقشہ ہُوا دِگرگوں ہے بے گُماں ہمارا

(۷) راحت کی گر طلب ہے سب اتفاق کر لو

چھوڑو نفاق - اسی میں ہو گا زیاں ہمارا

## بھارت گُل

(۴۳۵) لادنی

آ گیا میں جنکی جہان تھا - اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
سات دوِیپ نو کھنڈ بیچ میں جنکا مان تھا ہمیں تو ہیں } ٹیک

(۱) چودہ وِدیا جو ندھان تھے - اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں
جن سے چتر ہیں پشو حیوان اب - اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
ویدوں کا مانیں پرمان تھے - اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بانچیں ہیں متھیا گیان اب - اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں
سب وِدیاؤں کی جو کھان تھے - اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں
سات دوِیپ نو کھنڈ بیچ میں جنکا مان تھا ہمیں تو ہیں (ٹیک)

(۲) براہمن یہاں پورن گن وان تھے - اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
مورکھ ہوئے ذاتی ابھمان میں - اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
سب کا جو چاہیں کلیان تھے - اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
ٹھگی کی دھرلی دوکان اب - اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں
وِدیا کا کرتے تھے دان جو - اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں (ٹیک)

(۳) رشی مُنی جہاں گیان وان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بھنگ چرس میں ہیں غلطاں اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
جن کا دیو سرب شکتی مان تھا۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
جن کا اِشٹ ہے وِشے دھیان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
سنسکرت جن کی اپنی زُبان تھی۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں (ٹیک)

(۴) آکاش میں چلتے بمان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
ریل دیکھ ہو گئے حیران اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بلی بھیم سین بالی سمان تھے اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
گھٹنوں پر رکھ اُٹھیں ہاتھ اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
کرشن۔ رام۔ بھیشم سمان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں۔ (ٹیک)

(۵) برہم چریہ کی جن کو بان تھی۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں۔
بل بیرج کھوئے ناتوان ہوئے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
لکھ سنگھاری جنکے بان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
چُوہے کا ہیں کاٹیں کان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
انگد۔ سُگریو۔ ہنومان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں

(۶) دیش اُنّتی کا تھا دھیان جنہیں۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بھارت ہیں کر بیٹھے مان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں

پرانیوں پر دیتے پران جو۔ اُنکی کُل ہیں ہمیں تو ہیں
اب نارمانس کو کریں پان جو۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
گئو جان پر جن کی جان تھی۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں (ٹیک)
(۷) آریہ ورت جن کا ستھان تھا۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
جن کا ستھان ہندوستان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بڑے بڑے یہاں دھنبان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بھوجن بن ہو رہے ویران اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
وِدّیا میں کرتے سنان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں۔ (ٹیک)
(۸) ست اُپدیش کرنے تھے گان جو۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
کوک شاستر کریں بکھان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
ست است لینے تھے چھان جو۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں۔
سُن کے ست جائیں بُرا مان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
نول سنگھ کہے وید دھرم پر دھرو دھیان پھر ہم ہی تو ہیں (ٹیک)

## بھارت نیند

(۲۳۶)

(۱) اُٹھو اب نیند کو تیاگو ہُوا بالکل سویرا ہے

ہوا بدلی زمانے کی تمہیں آلس نے گھیرا ہے

(۲) بڑے بننے لگے تم سے جو چھوٹے تھے کئی درجے
تمہاری عقل پر کیسا جہالت نے بسیرا ہے

(۳) پڑے تم بے خبر سوتے۔ نہیں جگتے جگانے سے
تمہارے گھر میں گھس بیٹھا اودّیا کا لٹیرا ہے

(۴) بزرگوں کی تھی کیا عزت۔ تمہارا حال ہے اب کیا؟
ذرا تو غور کر سوچو۔ ہُوا یہ کیا اندھیرا ہے

(۵) گرواب دیش کی پھنسا۔ یہ غفلت نیند کو تیاگو
نہیں تو ڈوبتا کچھ دن میں یہ بھارت کا بیڑا ہے

(۶) چلی جب جائیگی ساری تمہاری شان اور شوکت
تو پھر افسوس کھاؤ گے۔ پڑے جب دکھ گھنیرا ہے

(۷) جگاؤ اَے پربھو! اب تو ہمارے دیش بھائیوں کو
یہی بلدیو کی عرضی۔ بھروسہ ناتھ تیرا ہے

## دائمی حُب الوطن

(۴۳۷)

(۱) آگ میں پڑکر بھی سونے کی دمک جاتی نہیں

کاٹ دینے سے بھی ہیرے کی چمک جاتی نہیں

(۲) سِل پر گھسا دینے سے بھی جاتی نہیں چندن کی بُو
پھول کی مٹی میں ملکر بھی مہک جاتی نہیں

(۳) ٹوٹ کر آتا نہیں کچھ لال کی رنگت میں فرق
توڑ دینے سے بھی موتی کی چمک جاتی نہیں

(۴) رنج میں آتا نہیں نیکوں کی پیشانی پہ بل
دُھوپ کی تیزی میں سبزہ کی لہک جاتی نہیں

(۵) رُک نہیں سکتی کٹھروں میں بھی شیروں کی دہاڑ
دستِ گلچیں میں بھی غُنچوں کی مہک جاتی نہیں

(۶) خوف و خطرے میں بدل سکتی نہیں مَردوں کی خُو
عندلیبوں کی قفس میں بھی چہک جاتی نہیں

(۷) صاحبِ ہمت نہیں دبتا مخالف سے کبھی
زور سے آندھی کے آتش کی بھڑک جاتی نہیں

(۸) نعرہ زن رہتا ہے آفات و حوادث میں دلیر
بادلوں میں گھر کے بجلی کی کڑک جاتی نہیں

(۹) مُلک کی اُلفت کا جذبہ دِل سے مِٹ سکتا نہیں
قوم کی خدمت میں خواہش اے فلک جاتی نہیں

## (۴۳۸) بھارت واسی کا پرن

(۱) نام زندوں میں لکھا جائیں گے مرتے مرتے
لاج بھارت کی بنا جائیں گے مرتے مرتے

(۲) جان پر کھیل ہی جائیں گے اگر ہم تو بھی
سینکڑوں ہی کو جلا جائیں گے مرتے مرتے

(۳) سرو تن ہونگے جُدا انکو تو ہونا ہی ہے
ہم تو بچھڑوں کو مِلا جائیں گے مرتے مرتے

(۴) وُہ کوئی اور ہونگے جو رو کے رُلا کے مرتے ہیں
ہم رقیبوں کو ہنسا جائیں گے مرتے مرتے

(۵) خاک میں جسم کسی اور کا ملتا ہوگا
ہم تو بھوکوں کو کھِلا جائیں گے مرتے مرتے

(۶) تِشنہ لب آئیں گے جسوقت رقیبِ ناداں
خُون تک اپنا پِلا جائیں گے مرتے مرتے

## (۴۳۹) ہندُوں کو چِتاؤنی

(۱) ہے ہندو قوم! تیرا گو ہے نشان باقی
لیکن نہیں ہے تجُھ میں بالکُل ہی جان باقی

(۲) سب گوشت و پوست تیرا افسوس سٹر چکا ہے

اب رہ گئے ہیں تجھ میں کچھ استخوان باقی

(۳) سر ہاتھ پیر ٹانگیں۔ تیری الگ الگ ہیں
حیرت ہے کس طرح پھر تجھ میں ہیں پران باقی

(۴) مت بھید سے ہزاروں فرقے ہوئے ہیں تجھ میں
جن میں نہیں ہے کچھ بھی جز اینٹھ تان باقی

(۵) ہر ایک دوسرے کا بدخواہ ہو رہا ہے
دل میں نہیں کسی کے کچھ تیرا دھیان باقی

(۶) اے ہندو قوم! تیرے بیٹوں کے پاس اب تو
بس رہ گئی ہے خالی ذلت وہاں باقی

(۷) عیسائی کھا رہے ہیں مُردہ سمجھ کے تجھ کو
کھالیں گے جو رہا ہے اہل قرآن باقی

(۸) حالت یہی رہی گر کچھ دن بھی تو بلاشک
قائم نہیں رہے گا تیرا نشان باقی

(۹) جو تیرے تھے محافظ دُنیا سے چل بسے وہ
کوئی نہیں ہے تیرا اب پاسبان باقی

(۱۰) رام اور کرشن جیسے سچے سپوت تیرے
سب چل بسے رہے ہیں۔ ہمنام جان باقی

(۱۱) بیروں سے گود تیری خالی ہوئی ہے ماتا
کوئی نہیں ہے تجھ میں بھیشم سمان باقی
(۱۲) بازار دھرم کا سب مسمار ہو چکا ہے
ٹھگوں کی رہ گئی ہے بیشک دوکان باقی
(۱۳) پیچھے پڑی ہوئی ہیں جملہ اچھوت قومیں
جنکو نہیں ہے نیر مطلق بھی دھیان باقی
(۱۴) ساگر سے پتر تیرے بل ہین پیاری اماں
کرنے کو رہ گئے ہیں آہ و فغان باقی

(۱) شاعر کا نام (۲) رونا۔ چلانا +

## ہندوؤں کی حالت

(۴۴۰)

(۱) کس اور گر رہے ہو کس دھن میں جا رہے ہو
اپنی یہ ہندوؤ! کیا حالت بنا رہے ہو؟
(۲) کس کوڑھ نے ہے گھیرا کیسی لگی بیماری
نہ وہ چھوڑتی ہے تمکو نہ تم ہی چھوڑ رہے ہو
(۳) نہ تو سو ہی تم رہے ہو جگتے بھی نہیں کھل کر

کہلا کے آریہ بھارت رنج میں رلا رہے ہو

(۴) پھیلاتی جو تپا کا رشیوں کی ہم کے اوپر
کیوں ہوگیہ ہیں اُس کو نیچے گرا رہے ہو

(۵) سب تیاگنے کے ساتھ ہی بھاشہ بھی چھوڑ بیٹھے
ہو کون مُنہ لگا کر ہندو کہا رہے ہو

(۶) اِس باڑ میں سمجھ لو بہہ جاؤ گے سراسر
ہندی کا ہند سے جو ناتہ چھوڑا رہے ہو

(۷) اب بھی سمے بہت ہے کر لو شدھار اپنا
سر پر کلنک کا کیوں ٹیکا لگا رہے ہو

(۸) چلّاتے مر گئے ہم پیچھے جگے بھی تو کیا؟
مادھو کے دل جلے کو پھر کیوں جلا رہے ہو

(۱) ہٹی

## ہندوؤں سے ہندی ماتا کی اپیل

(۱۴۴)

(۱) اے ہند کے سپوتو! کیا ہے خطا ہماری
جو آج گر رہی ہوں آنکھوں سے میں تمہاری

(۲) مکھ چوم چوم میں نے ہے بولنا سکھایا

ہاں میری وہ محبت دیتے ہو تم بسہاری

(۳) ہندی ہوں ماں تمہاری۔ کچھ تو نظر اٹھاؤ
دیکھو پتا تمہارا بھی ہو رہا بھکاری

(۴) کھاتی ہوں لات در در۔ جیتی ہوں بیچیا ہوں
پر کیا کروں جگر میں اک آس ہے تمہاری

(۵) تم لاکھ کیسے ہی ہو۔ خونِ جگر ہو اپنے
اک دن کبھی تو بچو! سُدھ لوگے ہی ہماری

## اُستاد یا گورو بھارت

(۴۴۲)

بھارت ہمارا ہم کو کیا کیا سکھا رہا ہے (ٹیک)

(۱) اُس کے سپُتر سارے سنسار کے ہیں پیارے
پورن پرشانت پاون۔ جیون کی جیوتی دھارے
سنسار بھر کے سیوک۔ سنسار بھر سے نیارے
اِن کے پوتر من کا درپن دکھا رہا ہے (ٹیک)

(۲) دشکرت کوئی نہ کرتو۔ کرتے سکرت نہ ڈرتو
ہر کر کسی کے دھن کو اپنا بھون نہ بھرتو

پرہت کے سادھنے میں کوئی نہ کر کسر تو

شُبھ کرم کی طرف یُوں سبکو جھکا رہا ہے (ٹیک)

(۳) کر نیائے کی نہ ہِنسا - ہے نرانہ ہو نرشنسا

دھرمّتیہ کی سوپُنتھا - ہوکر نڈر نشنسا

بھرے ہِردیہ بھون میں بھگوان کی پرشنسا

انمول ست وچن کا امرت چکھا رہا ہے

(۴) بھارت کا جگ رتنی ہے - یہ جگ شرومنی ہے

شوچتا میں سومیتا ہیں - دِڑھتا میں اگرنی ہے

درشک ہے پُنیہ پتھ کا کرمنیہ ہے - پرنی ہے

ست دھرمتا کے دھن کی ندھی کو رکھا رہا ہے

(۱) منفروض (۲) سب دُنیا سے اعلیٰ (۳) صفائی - شدھی (۴) کو ملتا (۵) سب سے آگے -

(۶) دکھلانے والا (۷) کام کرنے والا (۸) خزانہ ٭

(شری پدم کوٹ پریاگ)

## ہِت ان ہِت

(۱ ۳ ۴ ۴)

سمجھ من رے مُورکھ نادان !

اپنا اور پرایا جگ میں - ہِت اَن ہِت پہچان (ٹیک)

(۱) اپنوں کا تُجھے گیان نہیں ہے۔غیروں پر ہے دھیان
جن کو کچھ پرواہ نہیں تیری۔اُن پر تُو قُربان۔
سمجھ من رے مورکھ نادان!

(۲) اپنوں اور پرایوں میں جو رکھتا غلط گمان
کھاتا خطا ایک دِن بھاری۔کھوتا ساری شان
سمجھ من رے مُورکھ نادان!

(۳) ہِت ان ہت کی سمجھ سمّیا ہو جا سجگ سُوجان
اگر پار کرنا ہو جیوَن کا اپار مَیدان
سمجھ من رے مورکھ نادان!

(شری پدم کوٹ پریاگ)

# فہرست بھجن ردیف وار

# فہرستِ کُتب

**خمخانۂ رام یعنی کلیاتِ رام اردو**۔ جس میں شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج زندۂ جاوید کی اپنی ترمیم شدہ کل تقاریر و تصانیف مع شرح و توضیح سلسلہ وار درج ہیں۔ یہ کتاب زندگی کے مرحلوں اور روزانہ کشمکش سے نکال کر بہشت تک رسائی کرنے والی ہے۔

سوامی جی کے اُپدیش مختلف چھوٹے چھوٹے رسالوں میں نکلتے تھے۔ مگر انگریزی **کلیات رام** کے شائع ہونے کے بعد پبلک کی یہ خواہش ہوئی کہ جیسے انگریزی تصانیف و تقاریر رام نہایت عمدہ ترتیب میں مرتب ہوئی ہیں ویسے ہی کل اردو تصانیف و تقریراتِ رام بھی خمخانۂ رام کے عنوان پر مختلف جلدوں میں سلسلہ وار منقسم ہوکر چھپنی چاہیئے۔ لہٰذا فی الحال اس کتاب کی پہلی جلد شائع کی گئی ہے باقی جلدیں بھی جہاں تک جلد ہوسکے گا شائع کردی جاویں گی:-

## فہرستِ مضامین

(۱) آنند
(۲) زندہ کون ہے
(۳) وحدت
(۴) رام
(۵) دیانت کا ایک سادھن
(۶) صلح کہ جنگ گنگا ترنگ
(۷) ریویو خطوط بر رسالہ الف

**حجمِ کتاب ۲۷۴ صفحہ** ڈمائی کاغذ معہ دو عمدہ فوٹو سوامی رام تیرتھ مہاراج قیمت قسم اعلیٰ مجلد [illegible]
ادنیٰ بغیر جلد [illegible] (ایک روپیہ)

**رام پتر یعنی خطوطِ رام اردو**۔ جس میں وہ تمام مؤثر و دلچسپ خطوط سلسلہ وار معہ تشریح ثقیل الفاظ و نوٹ درج ہیں جو سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے زمانہ طالب علمی میں اپنے گرو بھگت دھنا رام جی کو لکھے اور اپنے سنیاس آشرم کی زندگی میں چند پیارے طالبانِ حق کے نام تحریر فرمائے۔ اور جس میں شری سوامی جی کا فوٹو بھی شامل ہے۔ ان خطوط کو پڑھ کر شری سوامی جی کی علمی لیاقت اور سادہ پن کا خیال ہی نہیں بلکہ ایشور کی قدرت کا اندازہ کرنے کا موقعہ مل سکتا ہے۔

حجم ۲۰۸ صفحہ قیمت قسم اعلیٰ مجلد ۱۲ار قیمت ادنیٰ بغیر جلد ۸ر (آٹھ آنے)

**رام برشا اردو مکمل** - جس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اور دیگر مہاتماؤں کے وہ بھجن - لاؤنیاں اور غزلیات مطابق مضامین کے چودہ ادھیاؤں (ابواب) میں منقسم ہیں - کہ جو سوامی جی ممدوح کی نوٹ بکوں - تحریروں - اور اُپدیشوں میں درج تھے - ان کے مطالع و گاین سے نہ صرف شروَن منن و ندھیاسن (شنیدہ - تصدیق - حق الیقین) ہی ہوتا ہے - بلکہ گانے اور سننے سے وجد کا عالم بھی طاری ہو جاتا ہے - پہلے یہ کتاب علیحدہ علیحدہ دو حصوں میں شائع ہوئی تھی - اب اس ایک ہی جلد میں دونوں حصے شامل ہیں - حجم قریباً ۵۳۰ صفحہ مع فوٹو سوامی جی -

قیمت قسم اعلیٰ و مجلد پارچہ عہ؁ - قسم دوم و مجلد عہ؁ ایک روپیہ

**سوانح عمری رام** - مؤلفہ شری نارائن سوامی جی شاگرد رشید سوامی رام تیرتھ جی مہاراج - اس میں سوامی جی کے مفصل حالاتِ زندگی بلا مبالغہ کے درج ہیں - بہت سے حالات تو سوامی جی ممدوح کی اپنی قلم سے ہیں - باقی سوامی جی مہاراج کے شاگرد رشید سوامی نارائن کے اپنے ذاتی تجربہ کی بنیاد پر اور کچھ تھوڑے دوسرے رام بھگتوں کی شہادت سے درج کئے گئے ہیں -

حجم قریباً تین سو پچیس صفحہ - قیمت قسم اعلیٰ مجلد عہ؁ - قسم ادنیٰ غیر جلد سادی ۱۲؁

# سوامی رام تیرتھ جی کی تین پیاری پستکیں

مصنفہ عالیجناب باوا لنگینا سنگھ صاحب بیدی آنجہانی - آنم درشی

(۱) **ویدانو وچن اردو** - یہ کتاب ویدانت کے پریمیوں اور خاصکر اردو خواں اصحاب کے لئے از حد مفید ہے - کرم کانڈ - گیان کانڈ - پیدائشِ دنیا و انسان - برہم گیان - مکتی یعنی نجات - اور اُپنشدوں کے دقیق فلسفہ کو معمولی عبارت میں واضح کیا گیا ہے - اور آخر میں مشکل الفاظ کا فرہنگ بھی دیا ہے - یہ کتاب ویدانت کے پریمیوں کو بغیر کسی دیگر امداد کے جلدی اصل مقصد پر پہنچانے والی ہے اور اس میں مذکورۂ بالا مضامین جن کا بغیر سنسکرت ویاکرن پڑھے حاصل کرنا از حد مشکل ہے نہایت عام فہم اور سلیس عبارت میں دیئے گئے ہیں جسکو معمولی استعداد کا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے -

پہلے یہ کتاب قلمی نسخہ کی شکل میں تھی - مگر شری سوامی جی مہاراج کے اُپدیش کو پورا کرنے کی غرض

سے اُنکے شاگرد رشید شری سوامی نارائن جی نے اسکو تین بار چھپوایا۔ اب چوتھی بار یہ زیر طبع ہو رہی ہے اور اُمید قوی ہے کہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء تک مکمل شائع ہو جائیگی۔ رائیصاحب لالہ ہرنارائن۔ ہوم منسٹر ریاست کشمیر لایق شاگرد مصنف کتاب ہذا کی قلم سے دیباچہ بھی شروع میں دیا گیا ہے۔

حجم قریباً چھ سو صفحہ۔ قیمت قسم اعلیٰ مجلد عہ؍ - (ایک روپیہ آٹھ آنے)
ادنیٰ بلا جلد عہ (ایک روپیہ)

(۲) **معیار المکاشفہ**۔ اس میں چھاندوگ اُپنشد کے چھٹے باب کی مفصل شرح مع نہایت دلچسپ حالات زندگی مصنف ہذا درج ہے۔ اسی باب کو پڑھتے پڑھتے باوا صاحب کو انکشاف ذات ہؤا تھا۔ اور سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی ہدایت سے یہ کتاب سب سے پہلے سنہ ۱۹۰۰ء میں شائع کی گئی تھی۔ اب ودیانت پریمیوں کے پے در پے تقاضوں پر لیگ سے دوبارہ اسکی اشاعت کرائی جارہی ہے اور مشکل الفاظ کا فرہنگ بھی کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے۔ ہر ایک طالب حق کو اس کا مطالعہ ضرور بالضرور کرنا چاہیئے۔

حجم تقریباً دو سو صفحہ۔ قیمت اعلیٰ مجلد عہ قسم ادنیٰ غیر مجلد ۸؍

(۳) **رسالہ عجائب العلم**۔ باوا صاحب کی یہ تصنیف پہلی ہر دو تصانیف سے بہت ہی زیادہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ اگرچہ اس مختصر نسخہ میں ذات حق کو محض ہستی و علم سرور (سچدانند) مجسم کر کے نہایت ہی مؤثر و لاثانی سلسلہ سے چھ لیکچروں میں واضح کیا ہے لیکن ایک ایک لیکچر کیا ہے گویا سمندر کوزہ میں بھرا ہؤا ہے۔ اسکے مطالعہ سے بڑے بڑے قلبی وہم مفقود ہو جاتے ہیں اور شکی چت بھی علم الیقین کی منزل تک پہنچا ہؤا حق الیقین و عین الیقین کا لطف اُٹھانے لگ جاتا ہے۔ جو اسے باغور پڑھے گا اپنے تجربہ سے آپ ہی داد دیگا۔ یہ اشاعت بھی ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء تک نکل آ دیگی

حجم تقریباً ۱۳۰ صفحہ سائز ۱۸×۲۲ - قیمت اعلیٰ ومجلد آرٹ پیپر ۱۲؍
قیمت قسم غیر جلد ادنیٰ - ۶؍

**جگجیت پرگیہ** یعنی ایشا واسیہ اُپنشد کا اُردو ترجمہ جسکو باوا نگینا سنگھ آنجہانی نے شنکر آچاریہ کے سدھانت کے مطابق نہایت ہی واضح و مفصل شرح کے ساتھ کیا ہے اور اسکو اپنے اسوقت کے آقا مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کے نام نامی سے منسوب کر کے اس کا نام جگجیت پرگیہ رکھا ہے یہ ترجمہ سمت ۱۹۴۶ میں کیا گیا تھا یعنی پورے چالیس برس ہوئے جب اس شرح کی اشاعت اوّل ہوئی تھی

تب سے دوبارہ اشاعت نہیں ہوئی۔ کچھ عرصہ ہوا باواجی کے شاگرد رشید رائے صاحب بابو ہرنراین سابق ہوم منسٹر ریاست کشمیر سے یہ شائع شدہ نسخہ لیگ کے ہاتھ لگا۔ اور طالبانِ حق کے فائدے کے لئے اسے بھی شائع کیا جا رہا ہے امید ہے کہ جنوری ۱۹۳۰ء تک اسکی اشاعت مکمل ہو جاویگی ؀
قیمت قسم اعلیٰ و مجلد تقریباً ۱۲؍ اور قسم ادنیٰ غیر جلد تقریباً ۸؍ ہو گی۔

## مذکورہ بالا کتب کا ہندی ترجمہ

سلیس زبان میں لیگ نے شائع کیا ہے اور علاوہ انکے سوامی رام کی کُل تصانیف و تقریر بزبان ہندی و انگریزی شائع کی گئی ہیں جنکی فہرست مع قیمت ذیل میں درج ہے ؀

| زبان | نام کتاب | قیمت اعلیٰ مجلد | قیمت ادنیٰ بلا جلد |
|---|---|---|---|
| ہندی | کُلیاتِ رام جو ۲۸ حصوں میں منقسم ہے | صہ۱۵ | ہمہ۱۵ |
| ؍؍ | متفرق حصہ | ۱۲؍ | ۸؍ |
| ؍؍ | مختصر سوانح عمری رام | | ۴؍ |
| انگریزی | کُلّیات رام تین جلدوں میں منقسم | عاؔ فی جلد | × |
| ؍؍ | رام ہردیہ | عصر | ۸؍ |
| ؍؍ | نظم رام | عصر | ۸؍ |
| ؍؍ | سوانح عمری رام مع لیکچر سیٹیمینک | | ۸؍ |
| | فوٹو سوامی رام رنگین بڑے سائز کی | عا۱ | |
| | ایضاً سادی۔ بڑے سائز کی | صہ۵ | |
| | ایضاً کیبنٹ سائز | عصر | |
| | چھپے چتر دس کا ایک سٹ | ۸؍ | ہر ایک ۱؍ |
| ہندی | ترجمہ وید انو وچن | عاؔ | عہ۸؍ |
| ؍؍ | معیار المکاشفہ | ۱۲؍ | ۸؍ |
| ؍؍ | رسالہ عجائب العلم | ۱۲؍ | ۸؍ |

# بھگوت گیتا ہندی

دو جلدوں میں

مصنفہ شری نارائن سوامی شاگرد رشید سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم اے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے اس متبرک کتاب کا نام نہ سنا ہو۔ مختلف اشخاص نے شرحیں اور ترجمے کئے ہیں مگر جو بات اس شرح میں پائی جاتی ہے بالکل نرالی ہے۔ اوّل شلوک پھر لفظی و اصطلاحی معنی و شرح ہر ادھیائے و شلوک کا ایک دوسرے سے تعلق و خلاصہ اس خوبی سے واضح طور پر تحریر کیا گیا ہے کہ عام الشان بھی آسانی سے اس کتاب کے اسرارِ نہانی اور رمز کی تہ کو پہنچ سکتا ہے۔ عبارت نہایت سلیس ہندی بھاشہ میں ہے۔ آخر میں ہر ادھیائے کا اختصار بھی دیا گیا ہے۔

حجم دونوں بھاگ قریباً دو ہزار صفحہ۔ قیمت فی بھاگ ۲/۸ دو روپے۔

## سبھتا اور پر پورتن کا نیم - اُردو

یعنی تہذیب کا قانون انقلاب اُردو۔ یہ کتاب سات ادھیائے میں لکھی ہے۔ قدیمی تہذیب ہندوستان کی تعریف تو بہت سُنی ہوگی۔ لیکن قدیمی تہذیب کی تشریح جس طرح اس کتاب میں کی گئی ہے وہ نہ تو کسی اور کتاب میں اور نہ کسی لیکچر میں کبھی سنی ہوگی

حجم ۷۰ صفحہ۔ قیمت فی جلد ۴ر چار آنے۔

## نورِ زندگی

مصنفہ پنڈت نرمل چندر جی ست سنگھ اوکاڑا ضلع منٹگمری (پنجاب)

اس میں تصوف (ویدانت) کے مختلف اُمور بڑی سیدھی سادی طرز میں سادہ زبان سے واضح کئے گئے ہیں۔ معمولی لیاقت کا آدمی بھی اسکے مطالعے سے آتم گیان کے مرحلوں کو سمجھ سکتا ہے۔ حجم قریباً ۲۷۵ صفحہ۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

مفصل فہرست کتب بزبان انگریزی۔ ہندی۔ ملاحظہ کرنی ہو تو پتہ ذیل سے بلا قیمت صرف ایک کارڈ لکھکر منگائیے۔

**مینیجر۔ شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ**

# شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ کے مختصر قواعد

اس انجمن کے اغراض و مقاصد یہ ہونگے :-

(ا) کہ برہم لین شری سوامی رام تیرتھ مہاراج کی تصانیف لیکچر اور سوانحعمری کو خصوصاً

(ب) اور دیگر تصانیف کو جو کہ انکی تلقین کے موافق ہوں عموماً عمدہ وضع قطع میں مضامین کی اصلیت و تصحیح کو قائم رکھتے ہوئے شائع اور کم از کم قیمت پر فروخت کیا جائے۔

انجمن ہذا میں وہ اصحاب جو کہ سوامی رام تیرتھ کی تعلیم کے معتقد ہوں بطور (۱) مربّی (۲) ممبر (۳) ہمدرد کے شریک ہو سکیں گے۔

جو اصحاب مبلغ ایکہزار روپیہ یکمشت یا زیادہ سے زیادہ دس قسطوں میں دو سال کے اندر عطا فرمائینگے وہ کل زر عطیہ کی وصولیابی پر انجمن میں بطور مربّی کے داخل کئے جاوینگے۔

جو اصحاب مبلغ دوسو روپیہ یکمشت یا زیادہ سے زیادہ آٹھ قسطوں میں دو سال کے اندر ادا کرینگے وہ انجمن میں کل زر عطیہ کی وصولیابی پر بطور ممبر کے داخل کئے جائینگے

جو اصحاب پچیس روپیہ یکمشت یا پانچ قسطوں میں ایک سال کے اندر عطا فرمائیں گے وہ انجمن میں بطور (associate) ہمدرد داخل کئے جائیں گے۔

داخل شدہ عطیہ دہندگان کو اپنے زر عطیہ پر پانچ فیصدی سالانہ کے حساب سے لیگ کی طبع شدہ کتب کو بلا قیمت تا زندگی ہر سال لینے کا حق حاصل ہوگا۔

مفصل فہرست قوانین بزبان انگریزی لیگ سے براہ مہربانی منگوا کر دیکھیں

منیجر

شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ

شری گورو گرنتھ صاحب کے شبدوں پر وچار کرنے سے پہلے سب صاحبان کی
خدمت میں نویدن ہے۔ کہ سری گورو صاحبان نے نیک مہاتما پرشوں ا…
تپ۔ اشنان برہمچریہ سنجم آدی نیک کرموں اور وید شاستر آدی…
شاستروں کا کھنڈن نہیں کیا۔ اور برہما وسشٹ نارد ویاس…
آدی نیک مہاتماؤں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ بلکہ گورو…
کر عزت کی نگاہ سے دیکھ کر ان کی مہما ا…ن کری ہے۔ اگر…
شبد میں سے ارتھ ان کے برخلاف کوئی …ب کرتا ہے۔ تو…
…کرتا ہے۔ کیونکہ ایسے ارتھ کرنے سے گورو… میں ایسے شبد…
…دوسرے گورو دوہ ثابت ہوں۔ پائے جانے سے اس پوتر بانی…
…دوش آتا ہے۔ اسواسطے سب صاحبان سے پرارتھنا ہے۔ کہ وہ اس…
خیال کو سامنے رکھ کر وچار کیا کریں۔ اور اپنے دل میں ہر وقت خیال رکھا…
کہ سروہ دو شبدوں کے ثابت ہونے سے گورو گرنتھ صاحب پر تو کوئی دوش نہیں…
مگر بسبب کم علمی کے لوگ اس پوتر خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے…
کے برعکس اپنی عزت افزائی کے خیال سے سری گورو گرنتھ صاحب کی…
بانی کے شبدوں پر وچار کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔ کہ گورو صاحبان و…
شاستروں برہمنوں برہمچاریوں رشی منیوں کے برخلاف تھے۔ ایسے ار…
…کرنے سے گورو گرنتھ صاحب پر دوش آتا ہے۔ ان اگیانی لوگوں کو…
…علی نہیں ہے۔ کہ وہ گورو گرنتھ صاحب کی عزت کی طرف کبھی خیال رکھ…
…تا کے کارن سے یہ لوگ برہمنوں اور ہندوؤں کو اپنا مخالف تصور کر…
…مانتے ہوئے دھرم پستکوں کا کھنڈن کرتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے…



…پستکوں کو کہ ہمارے گورو صاحبان کبھی دھرم پستکوں کا …
…گورو صاحبان کے مانے ہوئے دھرم پستک جو وید ہیں۔ ان…

جانیں نچھاور کر دیں۔ اپنے بچوں کو قربان کر دیا۔ غرضیکہ تن من دھن ہندو جاتی
کی رکھشا میں ارپن کر دیا ہے۔ پھر وہ کس طرح ویدک مت یعنی ہندو دھرم کے
...ف ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ ہندوؤں سے علیحدہ ہوتے۔ تو کبھی بھی اُن کی حفاظت
...طر اسقدر بے نظیر قربانیاں نہ کرتے۔ پہلی بادشاہی بابا نانک دیوجی
...نے کر دسویں پادشاہ گورو گوبند سنگھ جی مہاراج تک تمام گورو صاحبان
...دو دھرم اور ہندو جاتی کی رکھشا کرنا اپنا فرض مقدم سمجھتے رہتے
...ہیں۔ نویں پادشاہ سری گورو تیغ بہادر صاحب نے تو اپنا سیس
ہندو دھرم کی [illegible] میں دیدیا۔

...حالات اور [illegible] سے یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ کہ سکھ
...دو دو علیحدہ علیحدہ دھرم نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی دھرم کے دو
...دو لوگ کا آپس میں مل کر رہنا ہی ان کی ترقی و بہبودی کا موجب ہو سکتا
خالصہ بھائیوں کو ہندوؤں سے علیحدہ کرنے کی تحریک [illegible] میں شروع
ہوئی تھی۔ اور اسکا جو ناگوار اثر ہماری سوسائٹی پر ہوا ہے۔ وہ ناقابل
بیان ہے۔ چونکہ اب یہ زہر بڑے بڑے شہروں سے نکل کر چھوٹے چھوٹے
دیہات میں سرایت کرنے لگا ہے۔ اس لئے جو عزت اور بھگتی اور پریم
میرے دل میں گورو صاحبان کے لئے ہے۔ اس نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں
مقدس سری گورو گرنتھ صاحب کے پوتر شبدوں کے ذریعہ اپنے خالصہ
بھائیوں پر اس بات کو ظاہر کر دوں۔ کہ ہمارے گورو صاحبان ویدک مت کے
دھرم کے پیرو تھے۔ پس بوجوہات بالا [illegible] ہندوؤں سے علیحدہ [illegible]
مقصد اور مدعا کو لے کر میں نے یہ ٹریکٹ لکھا ہے۔ اگر میرے خالصہ
میری اس التجا پر غور کر کے اس سچائی کو تسلیم کر لیا۔ کہ ہمارے گورو مہاراج
[illegible] تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت کامیاب ہوئی

گورو صاحب [illegible] چرنوں کا سیوک۔ ارجن سنگھ